الھدیٰ (206)

## سورۃ النساء (آیت 60)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

ڈاکٹر اسرار احمد

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰﴾

’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (قرآن) تم پر نازل ہوا' اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں' حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں۔ اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔‘‘

یہاں سے روئے سخن پھر منافقین کی طرف مُڑا ہے۔ جیسا کہ اس سورۃ کا بڑا حصہ منافقین ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ فرمایا: کیا تم نے غور نہیں کیا اُن لوگوں کی طرف جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اس پر بھی کہ جو اے نبی آپؐ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا تھا' لیکن کرتے اِس کے برعکس ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمات کے فیصلے ’’طاغوت‘‘ سے کروائیں۔ طاغوت وہ غیر مسلم ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام قبول نہیں کرتے' بلکہ سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

منافق اپنے مقدمات لے کر طاغوت کے پاس جاتے ہیں' حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کا انکار کریں۔ مدینے میں منافقین بھی تھے' جو زبان سے تو اسلام کا دعویٰ کرتے تھے مگر دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ ایسے لوگ جب اپنا پلّہ گرتا دیکھتے تو کہتے کہ چلو یہودیوں کی عدالت سے فیصلہ کروالیں اور اگر پلّہ بھاری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس مقدمہ لے جانے کو کہتے۔ مدینہ میں ایک یہودی اور ایک مسلمان کا جھگڑا ہوا۔ یہودی کہتا کہ چلو محمد ﷺ کے پاس تاکہ اُن سے فیصلہ کروائیں۔ مگر جو بظاہر مسلمان مگر در پردہ منافق تھا' وہ کہتا تھا کہ فیصلے کے لیے تمہارے سردار کعب بن اشرف کے پاس چلیں۔ جب یہودی نے حضور ﷺ سے فیصلہ کرانے پر اصرار کیا تو منافق انکار نہ کر سکا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ فریقین کی باتیں سن کر حضور ﷺ نے منافق کے خلاف اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق مطمئن نہ ہوا' کہنے لگا کہ نہیں نہیں' چلو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ اس کو خیال ہوا کہ وہ مجھے مسلمان جان کر میرا لحاظ کریں گے۔ یہودی تو اپنے معاملہ میں سچا تھا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے پر بھی رضامند ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں مقدمہ لے کر گئے۔ یہودی نے بتا دیا کہ اس کیس کا فیصلہ حضور ﷺ میرے حق میں دے چکے ہیں۔ منافق نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمرؓ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور تلوار سے اس منافق کی گردن اڑا دی اور کہا کہ جو محمد ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں' اور مجھ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اس پر شور ہوا۔ منافق کے لواحقین چیختے چلاتے آئے کہ ہم تو آپؐ کے پاس آ کر بس مصالحت چاہتے تھے مگر آپؐ نے فیصلہ ہی کر ڈالا۔ مگر وحی الٰہی نے بھی اس فیصلے کی تائید کر دی کہ حضرت عمرؓ کا اقدام صحیح تھا۔ آگے فرمایا کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر دے' بلکہ دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

فرمانِ نبویؐ

## دن کا روزہ' رات کا قیام

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) (متفق علیہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ' اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے' اور جو رمضان (کی راتوں) میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ' اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔‘‘

اس حدیث میں روزے کے آداب بتائے گئے ہیں۔ روزہ رکھنے والا ایمان و یقین کے ساتھ روزے رکھے اور دھیان رکھے کہ روزے کے دوران اُس سے کسی قسم کی معصیت کا ارتکاب نہ ہونے پائے۔ اگر اس کیفیت کے ساتھ روزہ رکھا جائے تو وہ گزشتہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جائے گا۔ اسی طرح رمضان میں قیام اللیل بھی اگر خلوص و اخلاص اور انہماک کے ساتھ ہو تو وہ معاصی کی بخشش کا باعث بن جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

اداریہ

**ایوب بیگ مرزا**

# جب زمین پوری شدت سے ہلا ڈالی جائے گی

ساٹھ رمضان قبل ستائیس کی شب جو شبِ جمعہ بھی تھی جب تمام مبارک ساعتیں یکجا ہو گئیں تو پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کا اعلان ہوا۔ اس دور کے حالات و واقعات پر نگاہ ڈالی جائے تو پاکستان کا قیام عقلی طور پر ممکن نظر نہیں آتا۔ لہٰذا اسے بجا طور پر مملکتِ خداداد کہا جانے لگا۔ اگرچہ نظریۂ پاکستان کو روبہ عمل لانے کی ماضی میں بھی کوئی سنجیدہ کوشش نہ ہوئی تھی لیکن نائن الیون کے بعد جب ہم سفید سامراج کا ہراول دستہ بنے اور روشن خیالی کی شاہراہ پر سرپٹ دوڑنے لگے' تو ٹیکساس کا کاؤبوائے جب بھی ہماری پیٹھ پر چابک مارتا ہم مزید تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگتے۔

کچھ عرصہ سے بعض دلوں کی دھڑکن بے ترتیب ہوتی جا رہی تھی' کیونکہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلامی شعائر کی بے دھڑک توہین کی جا رہی تھی۔ عورتوں کے نکریں پہننے پر اعتراض کرنے والوں کو نگاہیں گرانے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ قرآن عظیم یعنی کلامِ ربانی کی بے حرمتی کرنے والوں کو اتحادی کہا جا رہا تھا۔ صدرِ مملکت نے جشن آزادی کے موقع پر عوامی سٹیج پر رقص کیا تو جدت اور عملیت پسندی جیسے الفاظ سے ناآشنا لوگ غیرت ایمانی سے زمین میں گڑھ گئے۔ نصابی کتب سے جہاد کو بے دخل کر دیا گیا۔ ان کتب سے وہ آیاتِ قرآنی بھی کھرچنے کی کوشش کی گئی جو بش بلیئر اینڈ کمپنی کی طبائع نازک پر گراں گزرتی تھیں۔ بینکوں نے بے کاروں کو کاردار بنا دیا اور شاہراہوں کی تنگ دامنی بے نقاب ہو گئی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر جن لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں وہ انجانے خوف میں مبتلا ہو گئے۔ وہ قرآن و حدیث میں باغی قوموں کا انجام پڑھتے تو لرز اٹھتے۔ وہ ڈر رہے تھے کہ قوم کے کرتوتوں کے باعث کوئی حادثہ رونما نہ ہو جائے' کوئی سانحہ پیش نہ آ جائے' کہیں ہم پر آسمان نہ ٹوٹ پڑے۔ آسمان تو نہ ٹوٹا البتہ زمین کا سینہ روشن خیالی کا بوجھ برداشت نہ کر سکا اور وہ شق ہو گئی۔ کشمیر' مانسہرہ اور شمالی علاقہ جات میں تباہی و بربادی کے دلدوز مناظر ناقابل برداشت ہو گئے تو ہماری نگاہیں سورۃ الحج کی آیات 46,45 پر اٹک گئیں:

''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں۔ سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (بہت سے) کنویں بے کار اور (بہت سے) محل ویران (پڑے ہیں)۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی' تا کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہو جاتے ہیں''۔

یہی نہیں قرآن پاک میں جگہ جگہ انسانوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے باغی نہ بنیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا واحد راستہ ہے۔ ہم نے تو اضافی طور پر اللہ سے عہد کیا تھا کہ اے اللہ! ہمیں انگریز کی غلامی سے نکال کر بنئے کی غلامی میں نہ دینا' بلکہ زمین کا ایک آزاد ٹکڑا عطا فرما دے۔ وہاں ہم تیرا پسندیدہ دین اسلام نافذ کریں گے' لیکن ہوا کیا اسے بار بار دہرانا غضب خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

رمضان المبارک کے تیسرے دن 8/ اکتوبر بروز ہفتہ صبح آٹھ بج کر باون منٹ پر ارضِ پاکستان ہلا ڈالی گئی۔ یہ عذاب الٰہی نہیں تھا' یہ عذابِ استیصال نہیں تھا کہ اس کی شرائط اور انداز مختلف ہوا کرتا ہے بلکہ ایک تنبیہ تھی۔ قوموں کو تنبیہ کرنا سنت اللہ ہے۔ اگرچہ یہ تنبیہ لاکھوں گھروں کو ویران کر گئی' لاتعداد بچے یتیم ہو گئے' سہاگنیں بیوہ ہو گئیں' ماؤں کی گودیں اجڑ گئیں' کڑیل جوان زندہ درگور ہو گئے' لاکھوں خاندان بے گھر ہو گئے' وہ کھلے آسمان تلے زندگی کو گھسیٹ رہے ہیں۔ وہ مرنے والوں پر رشک کر رہے ہیں اور اپنے زندہ رہنے پر ماتم کناں ہے' لیکن اب بھی وقت ہے کہ یہ حادثۂ یہ جانکاہ سانحہ اگر قوم کا رخ بدل دے' خانہ کعبہ اس کا حقیقی قبلہ بن جائے اور خاک مدینہ سے رہنمائی حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا جائے' طاغوت سے بغاوت کا اعلان کر کے ربِ کائنات کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈال لیا جائے' دنیا کو علی الاعلان بتا دیا جائے کہ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے' اقتدارِ مطلق کا مالک صرف اللہ رب العزت ہے' بندے سنتِ رسول کی پیروی کرتے ہوئے محض اُس کی نمائندگی کریں گے اور فریضۂ خلافت ادا (باقی صفحہ 17 پر)

''تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — 13 تا 19 اکتوبر 2005ء — 8 تا 14 رمضان المبارک 1426ھ — شمارہ 38

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

**پبلشر**: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
**مطبع**: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

# بالِ جبریل کی سولھویں غزل (اشعار 4 تا 10)

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مئے گلگوں — مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند!
احکام ترے حق ہیں‘ مگر اپنے مفسّر — تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند!
فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا — افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند!
مدت سے ہے آوارۂ افلاک مرا فکر — کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند
فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی! — خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند
درویشِ خدامست نہ شرقی ہے‘ نہ غربی! — گھر میرا نہ دلّی‘ نہ صفاہاں‘ نہ سمرقند!
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق! — نے ابلہ مسجد ہوں‘ نہ تہذیب کا فرزند

(4) عیسائیوں کے کلیساؤں میں بڑی دلکشی اور دنیاوی شان وشوکت دکھائی دیتی ہے‘ لیکن اے اللہ‘ تیرے گھر میں سوائے خشک اور بے مقصد وعظ ونصیحت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور وعظ ونصیحت کا فریضہ بھی وہ لوگ انجام دیتے ہیں جن کو اس کی صلاحیت حاصل ہے نہ قوت۔

(5) اے ربِّ حقیقی‘ اس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں کہ تیرے احکام برحق ہیں‘ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے مفسرین نے قرآنی آیات کو بھی بے جا تاویلات سے ان کی معانی اور مطالب کو بے معنی اور غیر فطری مباحث میں الجھا کر ان کی حیثیت ہی بدل دی ہے۔ گویا مفسرین نے قرآن حکیم کو بھی ’’پازند‘‘ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ’’پازند‘‘ فارسی لغت میں اُس چمٹے کو کہتے ہیں جس سے آتش کدے میں مقدس آگ درست کی جاتی ہے۔ لیکن اصطلاح میں پازند وہ کتاب ہے جو پارسیوں کے پیغمبر حضرت زرتشت پر نازل ہونے والے صحیفہ ’’ژند‘‘ کی تفسیر ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصل متن کے معانی ومطالب کو بدل کر رکھ دیا گیا ہے۔ اقبال اکثر مفسرینِ قرآن سے غیر مطمئن اور ناخوش ہیں۔

(6) اے رب! تُو نے اپنے فرماں بردار اور اطاعت شعار بندوں سے بعد وفات جو بہشت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے‘ وہ برحق‘ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ بہشت کو آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھا‘ جبکہ افرنگیوں کا ہر قصبہ وشہر بہشت کی مانند آراستہ ہے اور جو لوگ محض ظاہری خوبصورتی کے قائل ہیں‘ وہ ان سے متاثر کیوں نہیں ہوں گے؟

(7) میں نے برسوں فلسفہ اور الٰہیات کے مسائل پر غور کیا‘ لیکن حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔ قوم بدستور فرنگیوں کا کلمہ پڑھ رہی ہے۔ جسے دیکھو لندن اور پیرس جانے کی آرزو میں مبتلا ہے‘ اس لیے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تُو میرے افکار کو کسی دوسری دنیا میں مثلاً چاند کے تاریک غاروں میں مقفل کر دے‘ تاکہ اس دنیا میں ان کی بے قدری اور بے وقعتی نہ ہو۔

اب آٹھویں شعر سے گریز شروع ہوتا ہے یعنی شاعر دنیا والوں کے سامنے اپنی شخصیت کے خاص خاص پہلو واضح کرتا ہے۔

(8) اللہ نے مجھے دل ودماغ کی بہترین خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ میں دنیا میں رہتا ہوں‘ لیکن دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مادی وخاکی ضرور ہوں۔ لیکن مادیات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

(9) میں ایک درویش ہوں۔ خدا کے سِوا کسی سے محبت نہیں کرتا۔ میری نگاہ میں نہ یورپی ہونا باعثِ فخر ہے نہ ایشیائی ہونا باعثِ عزت ہے۔ نہ میں ہندی ہوں نہ ایرانی‘ نہ ترک ہوں نہ خراسانی۔ مسلمان ہوں اور صرف مسلمان‘ اور مسلمان کی حیثیت سے میرا نقطۂ نظر وطنی نہیں‘ بلکہ آفاقی ہے:

مُسلم ہیں ہم‘ وطن ہے سارا جہاں ہمارا

(10) دنیا والے چاہے مجھ سے خوش ہوں یا ناخوش‘ مجھے اِس کی پروا نہیں۔ میں تو وہی بات کہتا ہوں‘ جسے حق سمجھتا ہوں۔ نہ طبقۂ علما سے تعلق رکھتا ہوں اور نہ مغرب کے دانشوروں سے میرا کوئی علاقہ ہے۔

(غزل کی تشریح جاری ہے)

منبر و محراب

# سورۃ الانشراح

## نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسانات اور فلسفہ عسر و یسر کا بیان

**مسجد دار السلام باغ جناح لاہور' میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید کے 30 ستمبر 2005ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

حضرات! آج کی مجلس میں سورۃ الانشراح کا بیان ہوگا۔ اس سے پیشتر سورۃ الضحیٰ کا مطالعہ کیا گیا تھا۔ دونوں سورتوں میں اصل خطاب براہِ راست آنحضور ﷺ سے ہے اور ایک ہی مضمون تسلسل سے چلا آ رہا ہے۔ سورۃ الضحیٰ اس خاص کیفیت کے ازالہ کے لیے نازل ہوئی تھی' جو نزولِ وحی میں عارضی وقفے کی بنا پر آپ ﷺ پر طاری ہوئی تھی۔ اُس موقع پر ابولہب کی بیوی ام جمیل نے گستاخانہ انداز میں آپ ﷺ کو طعنہ دیا تھا کہ (نعوذ باللہ) محمد! آپؐ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ نبی ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چھوڑا ہے نہ ہی آپ ﷺ سے بے زار ہوا ہے۔ سورۃ الانشراح میں اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ کلام میں نبیؐ پر اپنے تین احسانات کا ذکر فرمایا' عسر و یسر کے فلسفہ کی وضاحت فرمائی اور آخر میں آپ ﷺ کو اپنی جانب متوجہ ہونے کی خصوصی تلقین کی۔

سورۃ الانشراح سے پہلے اکثر سورتوں کا آغاز قسموں سے ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ الفجر کی ابتداء میں فرمایا: ﴿وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢﴾ "قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی"۔ سورۃ البلد شروع ہوتی ہے: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١﴾ "نہیں' میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی"۔ سورۃ الشمس کا آغاز ہوتا ہے: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢﴾ "قسم ہے سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی' اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے"۔ سورۃ الیل کی ابتدا ہوتی ہے: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢﴾ "قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو"۔ سورۃ الضحیٰ کے آغاز میں فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢﴾ "قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے"۔ لیکن اس سورت میں بغیر کسی قسم اور تمہید کے بات شروع کردی گئی: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١﴾

اب ہم اس سورت کے مضامین کا ترتیب وار مطالعہ کرتے ہیں۔

فرمایا: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١﴾ یعنی "کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ہم نے آپ کو شرح صدر عطا کیا۔ شرح صدر سے کیا مراد ہے؟ اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد آنحضور ﷺ کا شقِ صدر ہے' جو ایک سے زائد مواقع پر ہوا۔ وہ یوں کہ فرشتہ آیا۔ اس نے آپؐ کے سینے کو چاق کیا۔ اسے اندر سے زمزم سے دھویا اور پھر بند کر دیا۔ ایسے واقعات بچپن میں بھی ہوئے ہیں اور واقعۂ معراج سے پہلے بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ آلوسی اور بعض دوسرے قابل اعتماد مفسرین اور علماء کا خیال ہے کہ شرح صدر سے یہ مفہوم مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ یہ اور معنی میں ہے۔ دراصل شرح صدر (سینہ کھل جانا) سے مراد راہِ حق اور سچائی پر دل کا مطمئن ہونا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا: ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ......﴾ (الزمر: 22) یعنی "بھلا وہ شخص کہ جس کا سینہ اللہ نے کھول دیا اسلام کے لیے....." سورۃ الانعام میں فرمایا: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۝١٢٥﴾ "پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ پر لانے کا ارادہ فرمائے' اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"۔ پس اسلام کی حقانیت پر اطمینانِ قلب کا حاصل ہو جانا' اس کے عقائد اور اوامر و نواہی کی صداقت پر دل کا جم جانا' اس کی تعلیمات کے مطابقِ فطرت ہونے پر یقین قلبی کا پیدا ہو جانا' سینہ کھل جانا ہے۔

"انشراح صدر" کا ایک اور مفہوم' حق کے لیے باطل اور طاغوت سے ٹکرا جانے کی قوت و ہمت اور طاقت کا پیدا ہو جانا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ......﴾ (طٰہٰ: 25) یعنی "پروردگار میرے سینے کو کھول دے" یعنی مجھے ہمت' عزیمت اور استقامت عطا فرما' تاکہ میں ہر قسم کی مشکلات میں بڑے بڑے دشمنوں سے مقابلہ کر سکوں۔ اس دعا کا خاص پس منظر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ دعا اس وقت مانگی تھی جب انہیں حکم ہوا تھا: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝﴾ (طٰہٰ: 24) یعنی "جاؤ فرعون کی طرف (اس تک اللہ کا پیغام پہنچاؤ) اس نے بہت سرکشی کی ہے"۔ اس وقت انہیں کئی طرح کی گھبراہٹ لاحق تھی۔ حضرت موسیٰ نے ایک قبطی کو' جو ایک اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا' ظلم سے باز رکھنے کے لیے مکا مارا تھا جس سے وہ مر گیا۔ موسیٰؑ کو اندیشہ تھا کہ مجھے قتل نہ کر دیں اس لیے فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝٣٣﴾ (سورۃ القصص) یعنی "پروردگار میں نے تو ان میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے' مجھے تو اندیشہ ہے کہ وہ جواباً مجھے قتل کر دیں گے"۔ پھر یہ کہ ﴿وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ﴾ (الشعراء: 13) "میرا سینہ بھنچتا ہے' نہیں چلتی میری زبان' سو پیغام دے ہارون کو"۔ یعنی اے پروردگار آپ نے اتنا بڑا مشن دے دیا ہے۔ اس کے لیے ہمت نہیں ہو رہی۔ اس کے علاوہ میری زبان میں لکنت ہے' میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ بھیج دے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے بڑے خوبصورت انداز میں ان مفاہیم کو جمع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ "(اے نبیؐ ہم نے) اُس (تیرے سینے) میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی

> اے نبیؐ ہم نے تیرے سینے میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں

مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں"۔

اللہ تعالیٰ نے نبیؐ پر اپنے ایک اور احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣﴾ یعنی "اور ہم نے آپؐ پر سے آپ کا بوجھ اتار دیا وہ بوجھ جس نے آپ کی کمر جھکا دی تھی"۔ یہ بوجھ کیا تھا؟ اس کے حوالے سے بھی کئی آراء ہیں۔ ایک رائے تو یہی ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں حقیقت کی جستجو اور تلاش کا شدید داعیہ تھا۔ طبیعت پر ایک بوجھ تھا کہ حق اور سچائی کا راستہ دکھائی دے۔ اس کا تذکرہ سورۃ الضحیٰ کی آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝﴾ میں ہے۔ اس مقصد کے لیے آپ غارِ حرا میں کئی کئی دن قیام فرماتے اور تفکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک خوبصورت شعر یاد آ رہا ہے ؎

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما دی اور حقیقت پر سے پردے ہٹا دیے۔ آپ پر ہر چیز منکشف ہوگئی اور ہر سوال کا جواب مل گیا' تو گویا وہ بوجھ آپ پر سے اُتر گیا۔ بلاشبہ ایک سلیم الفطرت انسان کے لیے حقیقت کو جاننے کی تلاش' ایک بہت بڑا بوجھ ہوتا ہے۔ جب تک راستہ نہ ملے' حقیقت کا پردہ نہ کھل جائے' انسان دنیاوی آسائشیں' راحتیں اور سب چیزیں تج دینے کے لیے تیار ہوتا ہے' یہاں تک اسے رہنمائی حاصل ہو جائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب وحی نازل ہوتی تھی' اگرچہ آپ کو بڑا اشتیاق رہتا تھا کہ جلد از جلد وحی اُترے اور زیادہ آیات نازل ہوں' کہ اس اس سے دل کو تقویت ملتی تھی' ایمان کو حرارت نصیب ہوتی تھی' لیکن وحی کا نزول جسمانی طور پر آپؐ پر بہت بھاری ہوتا تھا۔ حضرت جبرئیل امین وحی لے کر آپ کے قلب مبارک پر نازل ہوتے تھے۔ اس کیفیت میں آپؐ سخت سردی میں بھی پسینے میں شرابور ہو جاتے تھے۔ اگر اونٹ پر بیٹھے ہوتے تو اس کی کمر دب جاتی تھی۔ یوں نزولِ وحی کا یہ تجربہ بڑا بوجھل ہوتا تھا' شروع میں آپ پر زیادہ بوجھ تھا پھر آہستہ آہستہ اللہ نے اس بوجھ کو کم کر دیا اور وہ تکلیف دور ہوتی چلی گئی۔ ایسی کیفیت میں آپ کو سہولت دے دی گئی' گویا آپ پر سے بوجھ اتار دیا گیا۔

تیسری رائے جو زیادہ قابل اعتبار ہے یہ ہے کہ منصب رسالت کی ذمہ داری بھی ایک بہت بڑا بوجھ تھا۔ جیسے فرمایا: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝﴾ (المزمل:5) "ہم آپ پر ایک بڑی بھاری بات ڈالنے والے ہیں"۔ دیکھئے' اللہ سے لو لگانے' اللہ کا ذکر کرنے اور' اپنے آپ کو نماز یا تلاوت میں مشغول رکھنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ کا پیغام اور کلام لے کر در در جانا' ہر ایک کے پاس دعوت لے کر جانا اور اس کی جلی کٹی سننا اور صبح سے شام تک اس کام میں لگے ہونا آسان کام نہیں۔ خاص طور پر ایک حساس انسان کے لئے جو شرافت' مروت اور خود داری کا پیکر ہو' جو اپنے کسی ذاتی کام کے لیے بھی کسی کے پاس نہ گیا ہو' در در جا کر دعوت دینا' لجاجت کے ساتھ انہیں سمجھانا' یہ کام آسان نہیں انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ بہر حال رسالت کی ذمہ داری ایک بھاری بوجھ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے لیے آسانی پیدا فرما دی۔ شروع میں یہ فرض پہاڑ نظر آتا تھا اب ایسا لگتا ہے گویا وہ پہاڑ آپ پر سے ٹل گیا ہو۔

اگلی آیت میں اللہ نے اپنے تیسرے احسان کا ذکر فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤﴾ یعنی "اے نبی! ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا"۔ ذرا غور کیجئے جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں ابھی مکہ زندگی کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں اگرچہ آس پاس کے لوگ آپ کے کریمانہ اخلاق' اعلیٰ کردار' پاکیزہ سیرت اور صداقت و امانت کے سبب آپ سے واقف تھے۔ چنانچہ آپ کو "الصادق" اور "الامین" کا خطاب دیا گیا۔ لیکن مکہ اور طائف کے بڑے بڑے سردار اور پورے پورے جزیرہ عرب کے لوگ آپ کی شخصیت سے آگاہ نہیں تھے۔ اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ یہ دراصل پیشین گوئی تھی' جو بعد میں مختلف صورتوں میں پوری ہوئی ہے۔

آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا پہلا ذریعہ حج کا اجتماع بنا۔ اس موقع پر تمام عرب قبائل مکہ آتے تھے۔ اور حضور ﷺ کو انہیں دعوت دیتے تھے۔ کچھ اس انداز سے آپ کا تعارف ہو جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ مشرکین مکہ یہ پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ہمارے پاس ایک ایسا شخص ہے جس کے پاس جادو اثر کلام ہے۔ اس کی بات ہرگز نہ سننا۔ کہیں تم بھی اپنے راستے سے نہ بھٹک جاؤ۔ ان کا یہ منفی پروپیگنڈہ بھی آپ کے متعارف ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ اس سے دور دراز سے آئے لوگوں کا تجسس بڑھتا تھا کہ آخر وہ کون شخص ہے جس کا کلام جادو اثر ہے۔ لوگ اس سے خائف ہیں۔ اس کی بات سننے کے بجائے کانوں میں روئی ٹھونستے ہیں۔ بہر کیف یہ تو آغاز تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا جو چرچا فرمایا اور آپ کے ذکر کو قیامت تک کے لیے بلند کیا' اُس وقت اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی نمایاں صورت نبیؐ پر درود و بھیجنا ہے۔ درود بھیجنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ چنانچہ پوری دنیا میں مسلمان کثرت سے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ ہر نماز میں بھی درود پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انتہائی عقیدت و احترام سے آنحضور ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ ہے آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی۔

رفع ذکر کا تیسرا مظہر یہ ہے کہ آپؐ نے جو عظیم انقلاب برپا کیا' جس قسم عادلانہ معاشرہ قائم کیا' اس کی بنا پر مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو آپ کو تاریخ انسانی کی عظیم ترین شخصیت قرار دیا ہے۔ واقعتاً یہ آیت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کے کلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے' کہ اللہ نے اس میں جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی۔

**نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رفع ذکر کا مظہر یہ بھی ہے کہ آپؐ نے جو عظیم' عادلانہ انقلاب برپا کیا' اس کی بنا پر مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپؐ کی عظمت کے اعتراف پر مجبور ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے تو آپ کو تاریخ انسانی کی عظیم ترین شخصیت قرار دیا ہے**

تین انعامات کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦﴾ "بلاشبہ سختی کے ساتھ آسانی ہے' یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے"۔ یہ قرآن مجید کا ایک عجیب مقام ہے۔ ایک ہی بات کو دو دفعہ دہرایا گیا۔ ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ ایک آیت ہے اور دوسری ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ (صرف "ف" کے فرق کے ساتھ) بعینہٖ وہی آیت ہے۔ اس آیت کا اصل پیغام اور مدعا یہ ہے کہ اگر بندۂ مؤمن مشکل' آزمائش اور سختی میں توکل کرتے ہوئے خلوص و اخلاص کے ساتھ دین کی تعلیمات پر قائم رہے' عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشکلات پر صبر کرے' جادۂ حق سے منحرف نہ ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔ جیسے دن کے بعد رات آتی ہے اور شب تاریک کے بعد سحر طلوع ہوتی ہے۔ اسی طرح سختی اور آسانی کا معاملہ ہے۔ مشکلات' آلام' سختی اور پریشانی کے بعد آسانیاں آتی ہیں۔

ان آیات میں بطور خاص نبی اکرم ﷺ کے لیے بشارت ہے کہ اگرچہ اس وقت آپ کے لیے مشکلات ہیں' آپ کی دعوت میں رکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں' آپ کو جلی کٹی سننی پڑتی ہے' دشمنوں کی کڑوی باتیں بھی آپ کو برداشت کرنی پڑتی ہیں' لیکن ان سب مشکلوں کے بعد آسانی آنے والی ہے۔

انسانی نفسیات کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو سختی

اور آسانی کا آپس میں گہرا تعلق ہے' جیسے عربی میں کہتے ہیں: "تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا" یعنی ہر شے کو اس کی متضاد شے کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ کسی شے کو آسان تب ہی کہا جائے گا جب سختی کا تصور موجود ہو۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں ہفتہ وار چھٹی کا تصور ہے۔ یہ تصور حقیقت میں اسے سمجھ آ سکتا ہے' جس نے واقعی چھ دن کام کیا ہو۔ اب وہ ساتویں دن آرام اور سہولت کو محسوس کرے گا کہ آج چھٹی ہے۔ وہ شخص جو نکما ہو اور کچھ بھی نہ کرتا ہو' اس کے لیے چھٹی کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔

یہ آیت دو مرتبہ کیوں آئی ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ دراصل اس میں لطیف اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ایسا نہیں ہے کہ ایک دفعہ سختی آئی تو اس کے بعد ہمیشہ آسانی رہے گی۔ بلکہ پھر کسی اور شکل میں سختی آ سکتی ہے' کسی اور آزمائش کا سامنا ہو سکتا ہے' کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر اسی طرح استقامت کا مظاہرہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسانی پھر پیدا کرے گا۔ اور گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ انسانی زندگی میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے اور لگتا ہے کہ یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لیکن پھر جب گرہیں کھلنے لگتی ہیں تو آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ معاملہ کیسے سلجھ گیا۔

مشکل و آسانی کا یہ سلسلہ زندگی کے آخری سانس تک چلتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا دار الامتحان ہے۔ اور یہ امتحان آخری دم تک جاری رہے گا۔ آزمائش اور امتحانات فرد اور جماعت دونوں کے لیے ترقی و کمال کا زینہ ہیں۔ انفرادی سطح پر مومن جتنی بڑی آزمائش سے گزرتا ہے اس کے بعد اتنا ہی اس کے ایمان میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ جماعتی حوالے سے بھی اگر کسی انقلابی جماعت کو رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ہر رکاوٹ اور آزمائش سے گزرنے کے بعد جماعت پیچھے نہیں ہٹتی' ایک قدم آگے ہی بڑھاتی ہے۔ گویا سختی اور آزمائش فرد اور جماعت دونوں کے لیے رحمت بن جاتے ہیں۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۞ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞﴾ یعنی "پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایئے"۔ حضور ﷺ سے براہِ راست خطاب ہے۔ اس حصے کی دو طرح سے وضاحت کی گئی ہے۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ جب آپ غلبہ دین حق کی ذمہ داری ادا کر لیں اور جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اس مشن کی تکمیل ہو جائے تو آپ اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیجئے' یکسو ہو جایئے' بس اسی سے لو لگایئے۔ گویا یہ وہی مضمون ہے جو سورۃ النصر میں آیا ہے: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۞ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۞﴾ "جب اللہ کی طرف سے مدد اور فتح آ جائے اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے ہیں"۔ تو سمجھ لینا کہ تمہارا مشن مکمل ہو گیا۔ اب اس کے بعد کیا کرنا ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۞﴾ "پس اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے اس کی حمد کے ساتھ اور استغفار کیجئے"۔

دوسرا مفہوم جو زیادہ قابل ترجیح اور سیاق و سباق سے جڑتا ہے یہ ہے کہ دن میں بھی آپ کے لیے بڑی شدید مشقت ہے۔ ایک ایک فرد تک یہ دعوت پہنچانا' باہر سے کوئی قافلہ آیا ہے' وہاں جا کر اسے دعوت دینا' کوئی میلہ لگا ہے' لوگ جمع ہیں' وہاں پہنچ کر ان تک اللہ کا پیغام پہنچانا۔ یہ صبح سے شام تک مشقت آمیز کام ہے۔ جب آپ شام کو اس سے فارغ ہوں' تب بھی آپ کی مشقت ختم نہیں ہوئی بلکہ اب اس محنت کا دوسرا پہلو آ رہا ہے۔ دن کے وقت اللہ کی طرف سے فریضہ منصبی کی وجہ سے آپ مخلوق کی طرف متوجہ تھے۔ اُس کو دعوت دیتے تھے۔ اب پھر خالق کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ جیسے سورۂ مزمل میں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۞ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۞ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۞﴾ یعنی "اے کپڑے میں لپٹنے والے' کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات آدھی رات یا اُس سے کم کر دے تھوڑا سا۔ یا زیادہ کر اُس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف"۔ قیام اللیل اور تلاوت قرآن حکیم سے جو ایمان اور یقین بنتا اور روح کو تقویت حاصل ہوتی ہے' وہی دن کے وقت اس مشقت میں آپ کی مددگار ہو گی۔ یہ دو طرفہ پراسیس ہے۔ احادیث میں یہ آتا ہے کہ آپ رات کو کھڑے رہتے تھے۔ طویل قیام کے نتیجے میں پاؤں مبارک سوجھ جاتے تھے' لیکن اللہ کا حکم بھی تھا اور آپ کا شوق بھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مشقت آپ پر ہرگز گراں نہیں گزرتی تھی۔ جن لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے اور وہ دین کے غلبہ اور نبی کے اس مشن کو آگے بڑھائیں' ان کے لیے بھی اس میں روشنی ہے اور ہدایت ہے۔

سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح دونوں میں اگرچہ اصل میں خطاب آنحضور ﷺ سے ہے۔ آپ ﷺ کی دلجوئی' تسلی اور تشفی کی جا رہی ہے' لیکن عمومی طور پر پوری امت کے لیے پیغام ہے کہ مشکلات کے ساتھ ہی آسانی اور دکھ کے ساتھ سکھ وابستہ ہیں۔ اس میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسی سے دعوت کا کام آگے بڑھتا ہے اور فرد کی اخلاقی اور روحانی ترقی ہوتی ہے۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

✿ ✿ ✿

---

**پریس ریلیز**

**7 اکتوبر 2005ء**

## روزے کی روح نفس کے بے لگام گھوڑے کو کنٹرول کرنا ہے: ڈاکٹر اسرار احمد

**انسان اپنے نفس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی رُوح سے غافل ہو جاتا ہے۔ رمضان کے روزوں کا مقصد یہ ہے کہ نفسانی تقاضوں کو کم کر کے روح کو بیدار کیا جائے۔ یہ بات بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ نفس کے گھوڑے کو کنٹرول کرنے کے لیے رمضان میں دن کا روزہ فرض کیا گیا اور رمضان کی رات میں قیام اللیل کے دوران قرآن کی ساعت کا پروگرام دیا گیا تاکہ روح میں تقرب الی اللہ کا داعیہ شدت سے پیدا ہو جائے اور وہ مشغولِ دعا و مناجات ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس دو گونہ تربیتی پروگرام کے نتیجے میں انسان کے اندر اللہ کی اطاعت اختیار کرنے اور نافرمانی سے بچنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا رمضان میں ہمیں دن کو روزے کے تقاضے پورے کرتے ہوئے رات کو تراویح میں قرآن سے سیراب ہونے کے لیے عربی زبان سے واقفیت اور ترجمہ قرآن سے مناسبت کے لیے تگ و دو کرنی چاہیے۔**

(جاری کردہ: ناظم نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی پاکستان)

# ”سیدات مسلمات“ کی قائد

# زینب الغزالی

سید قاسم محمود

”تحریک اخوان المسلمین“ کے شعبۂ خواتین کی نگران، معروف عالمہ اور دعوتِ اسلامی کی مجسم تصویر سیدہ زینب الغزالی (1917-2005ء) 8/اگست 2005ء کو رحلت کر گئیں۔ اِنّا اللہ واِنا الیہ راجعون۔ مرحومہ نے حسن البنا اور سید قطب شہید کے ساتھ مل کر اسلام کی عظمتِ رفتہ کے لیے کام کیا اور جمال عبدالناصر کی فوجی حکومت کی سختیاں برداشت کیں۔ اُن کو گرفتار کیا گیا اور جیل میں سخت سزائیں دی گئیں۔ اُن پر کُتے چھوڑے گئے جو ان کو جھنجوڑتے رہے۔ اُن کو بے رحمی سے کوڑے مار مار کر لہولہان کیا گیا۔ اُن کی ٹانگ توڑ دی گئی۔ اُن کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ وضو اور پینے کے لیے پانی تک نہ دیا گیا۔ رفع حاجت کے لیے بیت الخلا جانا بھی ممنوع تھا اور یہ کیفیت کئی روز تک رہی۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی ”ایام حیاتی“ میں اپنے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا خلیل احمد حامدی مرحوم نے ”رُودادِ قفس“ کے نام سے کیا تھا جس کا ایک اقتباس ”اخوان المسلمین“ کی تاریخ کا سلسلۂ واقعات روک کر یہاں پیش کیا جا رہا ہے تا کہ واجب التعظیم خاتون زینب الغزالی کے سانحۂ ارتحال پر اُن کی قربانی و ایثار والی زندگی کی یاد آوری کا حق ادا ہو سکے۔ (س ق م)

علیہ اور غادہ کو آئے ہوئے دوسرا دن تھا۔ چنانچہ میں نے مرشد کی عام دروازے کے سوراخ میں سے اپنی روزانہ کی ملاقات میں انہیں بھی شریک کر لیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ جب سے موصوف یہاں آئے ہیں تمام تعذیب وتشدد کے باوجود مجھے نفسیاتی طور پر بڑا اطمینان و سکون حاصل ہے۔ علیہ نے بھی اپنے والد کو بیت الخلا کی طرف جاتے اور واپس آتے ہوئی دیکھ لیا۔ غادہ بھی اس نرالی زیارت سے لطف اندوز ہوئی۔

بقیہ دن ہم کوٹھڑی میں بیٹھی ہوئیں ادھر ادھر کی باتوں میں لگی رہیں۔ غادہ نے اپنی داستانِ گرفتاری چھیڑ دی۔ بتانے لگیں کہ جب آپ کو گرفتار کر لیا گیا تو حمیدہ قطب کے پاس گئی۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ پورا خاندان قطب گرفتار ہو چکا ہے۔ آج کی گھڑیاں گراں بھی تھیں اور آہستہ خرام بھی۔ بس درمیان میں باجماعت نماز کی رکعات ان گھڑیوں کی وحشت خیزی کو کم کرنے میں مدد دیتی تھیں۔

## تعزیت اور روزارت کی رات

عشاء کی نماز کے فوراً بعد کوٹھڑی کا دروازہ وا ہوا اور بھیڑیا صفت الروبی ایک سپاہی کو ساتھ لیے اندر آیا۔ یہ دونوں مجھے پھر اسی دفتر میں لے گئے جس کا مزہ میں پہلے دو بار چکھ چکی ہوں۔ دفتر میں میز کے سامنے جو شخص بیٹھا ہوا تھا، میں نے اسے سلام کیا۔ اس کے ہونٹوں پر جنبش تک نہ آئی۔ البتہ وہ مجھے سرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا: ”تم زینب الغزالی ہو؟ میں نے جواب دیا: ”جی ہاں“ اس نے اپنے سامنے والی کرسی کی طرف مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر کہنے لگا: ”اچھا تم ہو زینب الغزالی! تم نے اس درجہ نفس پر کیوں ظلم ڈھا رکھا ہے۔ کیا یہ سب کچھ اخوان المسلمون کی خاطر ہو رہا ہے؟ حالانکہ ان کے چھوٹے بڑے سب اپنی کھال بچا کر تمہیں تنہا تباہی کے کنوئیں میں دھکیل رہے ہیں اور تم ہو کہ ہمارے لیے لوہے کے چنے بن رہی ہو۔ بہر حال میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ تمہیں اس کنوئیں میں سے کسی نہ کسی طرح نکال لوں۔ میں تمہارے ساتھ ”کچھ لو اور کچھ دو“ کے اصول پر بات کروں گا اور پھر تم سیدھی اپنے گھر چلی جانا۔ یہاں تک بس نہیں بلکہ میں جمال عبدالناصر کے نام پر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہماری اور تمہاری مفاہمت ہو گئی اور تم نے دانش مندی سے کام لیا تو صدر کی طرف سے بلا تاخیر ”سیدات مسلمات“ کا مرکزی دفتر کھول دینے کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ تمہارا ماہنامہ بھی بحال ہو جائے گا۔ ماہنامہ کے لیے دو ہزار پونڈ ماہوار اعانت بھی مقرر کر دی جائے گی۔ ”سیدات مسلمات“ کی تنظیم کو بھی بھاری بھرکم مالی مدد مل جائے گی اور اس تنظیم کو پہلے سے بھی بہتر طور پر کام کرنے کا موقع ملے گا۔ اگر آپ میرے ساتھ صلح کے لیے تیار ہو جائیں تو میں ابھی آپ کے گھر سے ضروری کپڑے منگوا لیتا ہوں تا کہ آپ ایک گھنٹے کے اندر اندر جمال عبدالناصر سے ملیں۔ آپ نے ہم سے بڑا سخت رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس تباہی میں آپ کو اخوان المسلمون والوں نے ڈالا ہے۔ اللہ انہیں معاف کرے۔ ورنہ صدر کا دل تو بڑا کشادہ ہے۔“

یہ صاحب روانی سے اپنی تقریر کے جوہر دکھاتے رہے اور میں چپ چاپ بیٹھی سنتی رہی۔ وہ مجھے کہنے لگے: ”زینب بی بی تمہارا کیا ردعمل ہے؟ زینب بی بی، خدا کی قسم! صدر، حکمت ابوزید کو وزارت سے برطرف کر کے تمہیں یہ وزارت سونپنا چاہتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہماری مقدم بن جائیں۔ ذرا دل کی گرہیں کھول لیں اور جو کچھ کہنا چاہتی ہیں کھل کر کہیں۔ آپ خود جان جائیں گی کہ میں آپ کا بھائی اور مخلص خیر خواہ ہوں۔ بیرون مصر بھی بہت سے بھلے لوگ تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارے حق میں سفارشیں اور اپیلیں کر رہے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ انہوں نے تمہاری خاطر دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔“

میں نے کہا: ”حضور، میں وزیر نہیں بننا چاہتی۔ زندگی میں کبھی میرے حاشیہ خیال میں بھی ایسی بات نہیں آئی۔ رہا ”سیدات مسلمات“ کی تنظیم اور اس کا مجلّہ تو میں نے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اسلام کا کام کرنے والوں کے لیے یہ کوئی لازم نہیں ہے کہ وہ کسی تنظیم یا رسالے کی آڑ میں کام کریں، بلکہ ان کے لیے لا الہ الا اللہ کا جھنڈا اپنا فرض سرانجام دینے کے لیے کافی ہے۔“

> کرنل نے بلبلا کر کہا: تم بالکل پاگل ہو رہی ہو۔ یہ کتنی خطرناک بات تم نے کہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر ابھی تمہاری گردن اڑا دی جائے اور اسی جگہ دفن کر دیا جائے تو کسی کو تمہارے انجام کی خبر بھی نہ ہو سکے گی۔

وہ صاحب کہنے لگے: ''تو پھر تم لوگ اخوان المسلمون کو دوبارہ زندہ کرنے کی کیوں کوشش کر رہے تھے؟''

میں نے کہا: ''ہم اور آپ ہر چیز کی تعبیر و تفہیم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثلاً میں یہ سمجھتی ہوں کہ ''سیدات مسلمات'' کی تنظیم جو 1973ء میں قائم کی گئی تھی' برقرار ہے' اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ جب کہ عبدالناصر کا یہ خیال ہے کہ یہ تنظیم اس نے توڑ دی ہے اور اس کے دفاتر' املاک اور دیگر ساز و سامان پر اب وہ قابض ہو چکا ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ دعوتِ اسلامی کی ترویج و اشاعت اور اسلام کی سربلندی کا فریضہ مسلمانوں پر خود اللہ تعالیٰ نے عائد کیا ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ جاری کرتا ہے' اسے کوئی انسان بند کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ جس طرح سیدات مسلمات کی تنظیم ہماری نظر میں قائم اور باقی ہے اسی طرح اخوان المسلمون کی جماعت بھی باقی اور قائم ہے اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی دعوت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور رہے گی۔ کلمہ حق قائم و دائم رہے گا۔ عبدالناصر اور اس کا اقتدار فنا ہو جائے گا مگر اللہ کا کلمہ جریدہ عالم پر ثبت رہے گا اور جب ہم سب کی مہلت عمر ختم ہو جائے گی اور خدائے عزوجل کے حضور پیش ہوں گے تو پھر وہی صورت پیش آئے گی جو خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے: (اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ گرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا دین قائم و دائم ہے۔ امت مسلمہ کا ایسا گروہ ہمیشہ موجود رہے گا جو حق پر قائم ہوگا اور اللہ کے دین کا دفاع اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہے گا۔ مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ اپنے اصول و نظریات کو سینے سے لگائے رکھے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس تک آ پہنچے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر لے جو معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں اور جو امت پر اللہ کا راستہ واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض سرانجام دینے والے اللہ کے رسول کے صحیح جانشین ہیں۔ انہی لوگوں کو مجدد دین اسلام کہا گیا ہے۔ حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت اخوان المسلمون کی تاسیس یونہی الل ٹپ نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل درآمد کے لیے کی تھی کہ اللہ کا دین از سر نو قائم کیا جائے۔ دین کی بنیادوں پر ایک ریاست قائم کی جائے اور اس میں اللہ کی شریعت کو جاری و ساری کیا جائے۔ لہٰذا جمال عبدالناصر کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس پر پابندی لگائے اور اسے منسوخ کرے۔''

میں یہ جوابی بیان دے رہی تھی اور وہ صاحب ہمہ تن گوش سن رہے تھے۔ میں جب چپ ہوگئی تو وہ کہنے لگے: ''بخدا! زینب تم تو فی الواقع بہترین مقررہ ہو' لیکن میں یہاں تمہارے پاس اس لیے نہیں آیا کہ اخوان المسلمون کے متعلق تم سے کوئی سبق پڑھوں اور تم مجھے اخوان المسلمون کا ایک ممبر بنانے کے لیے مائل کرنے کی کوشش کرو۔ میں تو تمہارے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ باہمی اتفاق سے کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے جو تمہیں اس مصیبت سے نجات دے جس میں تم نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے۔ سنیے:

اخوان المسلمون کے لوگوں نے سازش کی تمام ذمہ داری تم پر ڈال دی ہے۔

عبدالفتاح اسماعیل کا بیان ہے کہ تم نے ہی اسے اس مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔

حسن الہضیبیؒ نے بھی اپنی جان چھڑالی ہے اور الا بلا تمہاری مطالبہ ہے۔ اسے پورا کر دینے پر تم دیکھو گی کہ حالات یکسر بدل جائیں گے۔ تم ہمیں ان تمام اخوانیوں کے نام بتا دو جو تمہارے گھر آیا کرتے تھے۔ نیز وہ عبدالناصر کو قتل کرنے کے لیے کیا طریق کار سوچ رہے تھے۔ صدر کو قتل کرنے کے لیے تم نے الھضیبی سے کب احکام وصول کیے تھے۔ ہم یہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے کہ سید قطبؒ کا اس سلسلے میں کیا رول رہا ہے۔ یہ منصوبہ کیسے تیار کیا گیا۔ مجھے عبدالناصر کے سر کی قسم ان سوالوں کا جواب دے دو تو تمہیں راتوں رات جیل سے نکال دیا جائے گا اور ایک لمحے انتظار کیے بغیر تمہیں وزارتِ معاشرتی بہبود کا قلمدان سونپ دیا جائے گا۔ حاجن! یہ نہایت سنہری موقع ہے۔ جذبات میں آ کر اسے ضائع

**زینب الغزالی نے دوٹوک کہا کہ اگر جمال عبدالناصر اسلامی طرز حکمرانی قائم کرنے سے اس لیے انکاری ہے کہ اسلام رجعت پسندی' پسماندگی اور تنگ نظری کا نام ہے تو یہ زعم باطل اسے مبارک۔ ہم ایسی باتوں سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں**

گردن پر ڈال دی ہے۔ ان کے بیان کے موجب یہ تنظیم تم نے ہی قائم کی ہے۔

سید قطبؒ نے بھی اپنی گلوخلاصی کرالی ہے اور سارا چکر تمہارے خلاف چلا دیا ہے۔

پھر یا تو تم بہت ہی نیک ہو اور یا پھر پاگل۔

عبدالناصر تمہیں اس تکلیف دہ حالت سے نکالنا چاہتا ہے۔ وہی عبدالناصر جس نے پورے ملک کو اپنی دونوں ٹانگوں میں دبوچ رکھا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس سے درگزر کیا جائے اور تعلقات کا نیا باب شروع کیا جائے۔ اسے معلوم ہے کہ آپ شعلہ بیان مقرر ہیں' لوگوں پر آپ کے اثرات ہیں' لوگ آپ کو چاہتے ہیں اور آپ کو عوامی مقبولیت حاصل ہے۔

زینب بڑے گھاٹے میں جا رہی ہو۔ حالانکہ تمہارے ہاتھ میں جیت جانے والے تاش کے پتے ہیں۔

کیا اس ملک میں کوئی ایسا مائی کا لال موجود ہے جسے عبدالناصر اپنا مقرب بنانا چاہے اور وہ انکار کر دے؟

سچی بات ہے زینب' معاف فرمانا' تم تو بالکل پاگل پن مبتلا ہو۔ میں اس لیے صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ مجھے تمہارا مفاد عزیز ہے' خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ تم یتیموں کی پرورش کرتی ہو اور متعدد نیکی کے کام کرتی ہو۔ عقل کے ناخن لو حاجن! کچھ تو اپنی بھلائی سوچو' کچھ تو میری باتوں پر دھیان دو۔''

میں نے کہا: ''جو میں گزارش کر چکی ہوں کیا وہ کافی نہیں ہے؟''

وہ صاحب کہنے لگے: ''ہمارا تم سے بالکل معمولی سا

نہ کرو۔ مجھے اپنی عزت اور صدر کی عزت کی قسم! دانش مند بنو اور اچھی طرح اپنی حالت کا جائزہ لے لو۔ اخوان المسلمون والے تو یک قلم آپا دھاپی میں مشغول ہیں۔''

باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بدرُو اور بدخو انسان کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا کہ اس کی آنکھوں سے شیطانیت ٹپک رہی ہے۔ اس نے کہا: ''کرنل صاحب! ہم وہ تمام ٹیپ لے آئے ہیں جو اس خاتون کے دونوں گھروں میں 1985ء سے خفیہ طور پر لگاتے رہے ہیں۔ زیتون والے گھر میں بھی اور مصر الجدیدہ والے گھر میں بھی۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم وہ سب حاضر کر دیں تاکہ آپ اس خاتون کو سنا دیں۔'' میرے ''ناصح مشفق'' نے اسے یہ کہہ کر کمرے سے نکال دیا کہ ابھی تمہاری ضرورت نہیں ہے' تم چلے جاؤ اور گفتگو جاری رکھتے ہوئے مجھے کہنے لگا:

''دیکھو زینب بی بی' میں تمہارے خاوند کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بڑا شریف انسان ہے۔ اور میں اس کی خاطر اور خود تمہاری خاطر کوئی خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ تمہارے بعض بھائی بھی میرے جگری دوست ہیں۔ میں تمہاری بہبود چاہتا ہوں۔ خود صدر صاحب کی بڑی خواہش ہے کہ تم سے صلح ہو جائے۔ وہ بھی حقیقت میں تمہارے حق میں بہتری کے خواہاں ہیں۔ میں اپنی عزت اور صدر عبدالناصر کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ مفاہمت کر لیں تو میں ابھی آپ کے سامنے تمام ٹیپیں نذر آتش کروں گا۔ ہم آپ کو اس کھڈ میں سے نکالنا چاہتے ہیں جس میں اخوان المسلمون نے تمہیں پھینک دیا ہے۔ خدائے

بزرگ و برتر کی قسم! ہم لوگ اخوانیوں سے اچھے مسلمان ہیں۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام یہی ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو ضرر نہ پہنچائے۔"

میں نے تمسخر کے ساتھ جواب دیا: "آپ اس جیل میں جو مناظر دیکھ رہے ہیں۔ کیا ان میں آپ کو اپنے بھائیوں بلکہ تمام خلق خدا کے ساتھ ضرر رسانی کا کوئی پہلو نظر نہیں آیا؟"

اس نے نہایت احمقانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا: "ہم بہت اچھے لوگ ہیں۔ رسول کی قسم! آپ ہمارے ساتھ کچھ تو نرم ہو جائیں۔ آپ جلدی ہی دیکھ لیں گی کہ ہم کس قدر شریف اور بھلے مانس لوگ ہیں۔"

میں نے عرض کیا: "خدا تمہیں توبہ کی توفیق دے اور تم فی الواقع مسلمان بن جاؤ۔" اتنا سن کر میز کی دراز سے ایک کاغذ نکالا اور قلم ہاتھ میں تھام کر کہنے لگا: "زینب بی بی! فرمایئے کون کون آپ کے گھر میں آتے رہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں لوگوں کے نام حفظ نہیں کرتی اور نہ کبھی کسی سے میں نے نام دریافت کیا ہے۔"

کرنل: "اچھا چھوڑیئے' اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔ حسن الہضیبیؒ اور سید قطبؒ کے متعلق کچھ بات ہو جائے۔"

زینب: "کون سی بات؟"

کرنل: "عبدالناصر کو قتل کرنے اور حکومت پر قبضہ کرنے والی بات۔"

زینب: "استاذ! مسئلہ عبدالناصر کو قتل اور اقتدار پر قبضہ کرنے سے بھی کہیں زیادہ بڑا ہے۔ عبدالناصر کو قتل کرنا تو ایک حد درجہ گھٹیا حرکت ہے۔ اسلام کے داعیوں کے لیے یہ موضوع خارج از بحث ہے۔ سارا جھگڑا دراصل اسلام کی وجہ سے برپا ہے۔ اس وقت ملک میں اسلامی نظام قائم نہیں ہے اور ہم اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اس عظیم تر مقصد کے لیے ہم اسلام کی سچی' مخلص اور باشعور نسل تیار کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اب اگر عبدالناصر اسلام کے علمبرداروں پر ستم توڑ کر اسلام کے خلاف جنگ برپا کرنا چاہتا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق نظام حکمرانی قائم کرنے سے اس لیے انکار کرتا ہے کہ اسلام رجعت پسندی' پسماندگی اور تنگ نظری کا نام ہے' تو یہ زعم باطل اسے مبارک ہو۔ ہم ایسی باتوں سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں۔

کرنل (بلبلا کر): تم بالکل ہی پاگل ہو رہی ہو۔ یہ کتنی خطرناک بات تم نے کہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر ابھی تمہاری گردن اڑا دی جائے اور اسی جگہ دفن کر دیا جائے تو کسی کو تمہارے اس انجام کی خبر تک نہ ہو سکے گی۔ تم جو رویہ اختیار کیے ہوئے ہو' وہ تمہیں ایسے خوفناک انجام کا مستحق ٹھہرانے کے لیے کافی ہے۔ اگر اب تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں تو ایک گھنٹے کے بعد تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا۔"

میں نے اس دھمکی کے جواب میں بڑی بے نیازی سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ تمام اختیار و اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں ابھی اپنا جواب مکمل نہ کر پائی تھی کہ اس "ناصح مشفق" نے یک بارگی درندے کا روپ دھار لیا۔ اس پر گویا مرگی کا حملہ ہو گیا اور ہذیانی کیفیت میں مبتلا ہو کر مجھے بے تحاشا گالی بکنے لگا۔ پھر اس نے ایک سپاہی کو پکارا اور اسے کچھ اشارہ کیا' جس کے فوراً بعد ریاض ابراہیم پہنچ گیا۔ اسے کہنے لگا: یہ تمہیں عدالت کے لیے رہنے دیں۔ اس عورت کا دماغ چل گیا ہے۔ اس کے ساتھ جو معاملہ کرنا ہے اسے خوب سمجھ لو۔ سعد کو بلاؤ کہ وہ اسے سنبھالے۔"

پھر یہ "مشفق ناصح" جو میرے ساتھ سودا بازی کر رہا تھا' واپس چلا گیا۔ سپاہی سعد آ گیا اور وہ ریاض ابراہیم سے کہنے لگا: "حکم دیجیے پاشا صاحب' ریاض ابراہیم نے کہا: "سعد اسے درست کر دو۔" سعد نے پوچھا پاشا صاحب کتنے کوڑے؟ پاشا نے کہا: "پانچ سو۔ میں تھوڑی دیر کے بعد آ کر پتہ کر لوں گا۔"

سعد نے میرے ہاتھ' پاؤں' پشت غرضیکہ جسم کے ہر ہر حصہ پر کوڑے مارنے شروع کر دیے۔ ایک دور پورا کرنے کے بعد اس نے مجھے رخ بہ دیوار کھڑا کر دیا اور خود تقریباً گھنٹہ بھر کے لیے غائب ہو گیا۔ واپس آیا تو اس نے تازیانوں کا دوسرا دور شروع کر دیا۔ میں کبھی ہوش کھو بیٹھتی اور کبھی ہوش میں ہوتی۔ پھر یہ لوگ چند اخوانی نوجوانوں کو لے آئے۔ ان پر بھی تازیانوں کی بارش شروع کر دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کو نہایت فحش اور غلیظ گالیاں دیتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ وہ یہ گالیاں مجھے دیں۔ لیکن داد دیجیے ان کی نوخیز جوانیوں کو کہ یہ میرے حق میں کسی قسم کا بھی نازیبا لفظ منہ سے نکالنے سے صاف انکار کر دیتے جس کے نتیجے میں انہیں مزید تازیانے کھانے پڑتے۔ ان نوجوانوں میں سے ضیا الطوبجی بھی تھا جس بیچارے کو ان لوگوں نے عین شادی کی تقریب میں گرفتار کر لیا تھا۔ ✿ ✿

## دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی پشاور کے مبتدی رفیق جناب صاحب گل گزشتہ ہفتے وفات پا گئے ہیں۔

☆ راولپنڈی کینٹ سے ملتزم رفیق تنظیم اسلامی جناب حسن اختر انتقال فرما گئے۔

☆ رفقاء تنظیم اسلامی ساہیوال جناب حافظ طاہر رفیق کی ممانی صاحبہ اور جناب آصف محمود کمبوہ اور قیصر رفیق کمبوہ کی ممانی صاحبہ اور خوش دامن قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی استدعا ہے۔


تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)
رمضان المبارک کے موقع پر مرکزی خدام القرآن لاہور کی خصوصی پیشکش
بیان القرآن CDs
مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
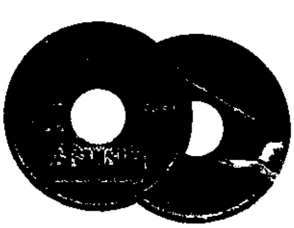
2-CDs میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح
108 گھنٹے کی آڈیو MP3 Format میں
صرف 20 روپے میں
نوٹ: یہ پیشکش صرف عیدالفطر تک ہے (اسٹاک محدود ہے)
قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501 (92-42)
ای میل: maktaba@tanzeem.org

# امدادی فنڈ برائے متاثرین زلزلہ

تنظیم اسلامی نے زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے ایک خصوصی فنڈ قائم کیا ہے جس میں فی الحال صرف نقد رقوم جمع کروائی جاسکتی ہیں۔تمام صاحب ثروت رفقاء سے اپیل ہے کہ وہ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔رقوم اپنے اپنے حلقہ جات میں جمع کرائی جائیں۔یہ آپ کی زکوٰۃ کا بھی بہترین مصرف ہوگا۔انجمن خدام القرآن اور مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں بھی رقوم جمع کروائی جاسکتی ہیں۔متاثرین زلزلہ امداد حاصل کرنے کے لئے بھی ان ہی حلقہ جات سے رابطہ کریں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا نگہبان ہو۔

المعلن : **حافظ عاکف سعید** امیر تنظیم اسلامی

# منسوخی سالانہ اجتماع

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے حالیہ زلزلہ کے باعث تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع منسوخ کر دیا ہے تا کہ زلزلہ زدگان کی مدد پوری یکسوئی سے کی جاسکے۔رفقا تنظیم سے اپیل ہے کہ وہ اجتماع پر اُٹھنے والے اپنے اخراجات بھی امدادی فنڈ میں جمع کرا دیں علاوہ ازیں زلزلہ کے متاثرین کی رضا کارانہ امداد کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں کسی بھی رفیق کو اِن امدادی کاروائیوں کے لیے طلب کیا جاسکتا ہے۔

المعلن:**ایوب بیگ مرزا** ناظم شعبہ نشرواشاعت ' تنظیم اسلامی

# ندی عبرت کی بہتی ہے مگر پانی نہیں لیتے

محبوب الحق عاجز

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں قیامت کی منظر کشی فرمائی۔ سورۃ الزلزال میں ہے: ''(اس وقت کو یاد کرو) جب زمین زلزلہ سے ہلا ڈالی جائے گی اور اپنے بوجھ نکال کر باہر رکھ دے گی' اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس دن زمین اپنی تمام باتیں کہہ دے گی' اس دن سب انسان بکھر جائیں گے ......'' یہ بیان قیامت کبریٰ کے زلزلہ سے متعلق ہے' جس سے کوئی عمارت' کوئی پہاڑ' کوئی درخت اور کوئی تعمیرات بھی باقی نہ رہے گی۔ نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے' تاکہ میدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے۔

8 اکتوبر کی صبح سرحد اور کشمیر میں آنے والا زلزلہ قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ زلزلے کے جھٹکے چند منٹ رہے مگر اپنے پیچھے آنسوؤں' سسکیوں' دکھوں اور آہوں کی ہزاروں داستانیں چھوڑ گئے' صوبہ سرحد کے بیشتر علاقوں میں بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا۔ بالاکوٹ کا تاریخی شہر کھنڈر بن گیا۔ آزاد کشمیر میں ضلع باغ اور راولاکوٹ میں بے حد تباہی ہوئی اور آن واحد میں ملیا میٹ ہو گئے۔ محتاط اندازوں کے مطابق دارالحکومت مظفر آباد کا خوبصورت شہر 80 فیصد تباہ ہو گیا۔ یہ بالکل اسی طرح کا زلزلہ تھا جیسے 21 نومبر 1935ء میں کوئٹہ میں آیا تھا' جس سے کوئٹہ شہر کے تیس سے ساٹھ ہزار لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔

بلاشبہ پاکستانی قوم جس نے ہمیشہ آزمائش میں ایک بہادر غیور اور دردمند قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ آج بھی اپنے متاثرہ بہن بھائیوں کی ممکنہ امداد میں مگن ہے۔ سرکاری اداروں کے علاوہ دینی اور سیاسی جماعتوں کے امدادی قافلے بھی متاثرہ مقامات پر پہنچ کر امدادی کارروائیوں میں مصروف ہیں' خدا کرے کہ مصیبت کی گھڑی میں ہمارے متاثرہ بھائیوں کی بھرپور امداد ہو سکے۔

اس افسوس ناک سانحہ کو ایک اندوہناک واقعہ خیال کر کے تھوڑے عرصہ کے بعد قوم کو فراموش نہیں کر دینا چاہیے' بلکہ اس کی روشنی میں اپنے کردار و عمل کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ خدا کی طرف سے تنبیہ ہے' یہ خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کا موقع ہے۔ اپنے لائف سٹائل پر نظر ثانی کا لمحہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کیا مومنوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی طرف جھک جائیں!

اس زلزلہ نے ہمیں پیغام دیا ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں' کتاب زندہ قرآن حکیم کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا منشور بنائیں' ہم زمین کے لئے' بلند و بالا عمارتوں کے لئے' جھوٹی شان و شوکت کے اظہار کے لئے دوسروں کا لہو نچوڑتے ہیں' دوسرے کے حقوق غصب کرنے میں راحت محسوس کرتے ہیں' ہمیں چاہیے کہ ظلم سے

**اِس اندوہ ناک سانحہ کو فراموش نہیں کر دینا چاہیے۔ یہ خدا کی طرف سے تنبیہ ہے۔ اس سے سبق سیکھنا چاہیے' اپنے کردار و عمل کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ بیدار ہونے اور اپنے لائف اسٹائل پر نظر ثانی کا وقت ہے**

اجتناب کریں' ناانصافی کو ترک کر دیں' جھوٹ اور مکاری جو ہماری پہچان بن چکے ہیں' اُن سے دامن چھڑائیں۔ وعدہ خلافی' بد دیانتی اور حرام خوری کو چھوڑ کر اعلیٰ اصولوں اور اقدار کو فروغ دیں۔ سوسائٹی میں فحاشی و عریانی کا سیلاب ہے' اس طوفان بلاخیز کے آگے بند باندھیں۔

اجتماعی طور پر ہم نظریہ اسلام کی بجائے سیکولرزم کو گلے لگا رہے ہیں۔ ہماری جبین نیاز کا مسجود طاغوت بن چکا ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی' ہمارے اربابِ اقتدار روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی آڑ میں شعائر اسلام کا مذاق اڑاتے اور انہیں دقیانوسیت قرار دیتے رہے ہیں۔ میرا تھن کے بے حیائی کے مظاہروں میں قوم کو مغربی تہذیب کی غلاظت میں لپٹے افکار کو قبول کرنے دعوت دی جاتی رہی ہے۔ ذرا سوچیے ہم نے جن لوگوں کو گرفتار کر کے اسلام کے ازلی و ابدی دشمنوں کے حوالے کیا' ان کی داڑھیوں کو نوچا گیا' ان میں پیشاب کیا گیا' کنٹینروں میں بند کر کے مارا گیا' انہیں برہنہ کر کے کتوں کے آگے ڈالا جاتا رہا' دنیا کا کوئی ظلم ایسا نہیں تھا جو ان کے ساتھ روا نہ رکھا گیا۔ ہم نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ ان کی پکار ''مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ'' کو اللہ سن رہا ہے' اور اس کی غیرت کہیں ہمارا بھی حلیہ نہ بگاڑ دے۔ زلزلہ اور اس کے بعد آنے والے مسلسل جھٹکے لمحہ فکریہ ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خدا کو چھوڑ کر ہمیں اسلام دشمن طاقت (طاغوت) کے احکامات کی بجا آوری کی سزا دی گئی ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کی تنبیہات اللہ تعالیٰ وقفے وقفے سے دیتا رہا ہے سقوط ڈھاکہ بھی تو ایک تنبیہ تھی' مگر افسوس ہم ان تنبیہات سے سبق حاصل نہیں کرتے ۔

ندی عبرت کی بہتی ہے مگر پانی نہیں لیتے

✿✿✿✿✿✿✿✿

## تنظیم اسلامی نے زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے بیروٹ میں کیمپ قائم کرلیا

لاہور (پ ر) تنظیم اسلامی نے آزاد کشمیر میں زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے بیروٹ میں امدادی کیمپ قائم کیا ہے' جہاں سے مظفر آباد' بالاکوٹ' باغ سمیت دور دراز علاقوں تک امدادی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے گی۔ امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید جو کراچی میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن میں مصروف تھے' اپنا دورہ ترجمہ قرآن منسوخ کر کے امدادی کیمپ میں پہنچ گئے ہیں' جہاں وہ اظہر بختیار خلیجی (ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی) کے ساتھ مل کر امدادی کارروائیوں کی نگرانی کریں گے۔ تنظیم اسلامی نے زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے فنڈ قائم کر دیا ہے۔ اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تین مقامات پر اپنے صدقات اور عطیات جمع کروائیں۔

1) قرآن اکیڈیمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 3-5869501

2) مرکزی دفتر تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 6316638-6366638

3) دفتر تنظیم اسلامی لاہور سلطانہ آرکیڈ فردوس مارکیٹ گلبرگ لاہور۔ 5858212-5845090

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

# یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

ارے! آپ بھی کیا کہیں گے کہ شروع میں کہا تھا اپنی تحریکی زندگی کے تجربات سنانے کا لیکن لے بیٹھا بچپن کی زندگی کے تجربات کی کہانی' واہ بھئی واہ۔ تو میرے بزرگو (جو کہ اب بہت کم رہ گئے ہوں گے)! بھائیو! دوستو! عزیزو اور وغیرہ! مجھے اعتراف ہے کہ بچپن کے واقعات کی کہانی کچھ طویل ہوگئی ہے بلکہ ابھی کچھ باقی ہے...... تو اس میں میرا کم اور میرے ذہن اور قلم کا زیادہ قصور ہے...... قلم میرا نہیں بلکہ میرے ذہن کا تابع فرمان ہوگیا ہے...... تو اب اعلانِ عام وخاص ہے کہ میں اپنی "باشعور زندگی" میں قدم رکھ رہا ہوں۔

لیکن ذرا ٹھہریئے' بچپن کا ایک کھیل جو ہم کھیلا کرتے تھے' اس کا ذکر رہ گیا۔ آگے جو بیان کیا جا رہا ہے اس کا تعلق چونکہ اس کھیل سے ہے اس لئے قارئین کرام کو پڑھنے کی پھر زحمت دیتا ہوں۔ یہ کھیل "ریل گاڑی" تھا جو ہم بچے کھیلا کرتے تھے۔ سب بچے آگے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے' ہر ایک اپنے آگے والے کی قمیص کا پشت کا دامن پکڑ لیتا تھا۔ آگے والا لڑکا انجن اور سب سے پیچھے والا گارڈ ہوتا تھا۔ انجن والے لڑکے کے پاس سیٹی اور گارڈ کے پاس لال اور ہری جھنڈی ہوتی تھی۔ اپنے محلہ ہی میں نہیں بلکہ پڑوسی محلوں میں کچھ مقامات کو اسٹیشن قرار دیا گیا تھا۔ ہر اسٹیشن پر ایک لڑکا اسٹیشن ماسٹر ہوتا تھا' وہاں باقاعدہ سگنل لگا ہوتا تھا۔ اس کو Up اور Down کرنا اسٹیشن ماسٹر کا کام ہوتا تھا۔ پہلے اسٹیشن سے ریل چلنے کو تیار ہوتی ہے۔ انجن تین سیٹیاں دیتا ہے' گارڈ ہری جھنڈی ہلاتا ہے اور چھک چھک کرتی ٹرین اگلے اسٹیشن کے لئے روانہ ہو جاتی ہے۔ انجن اور گارڈ کے درمیان لڑکے ریل کے "ڈبے" (بوگیاں) کہلاتے تھے۔ تمام اسٹیشنوں پر ہوتی ہوئی ریل واپس اپنے اصل اسٹیشن پر آجاتی تھی۔ اسٹیشنوں پر "ڈبے" بدلتے بھی رہتے تھے۔ پرانے ہٹ جاتے تھے' نئے لگ جاتے تھے۔ کبھی کبھی جھگڑے کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ "انجن" نے رفتار تیز کردی' طوفان میل کی طرح دوڑنے لگا۔ پیچھے سے ایک "ڈبہ" نے آواز لگائی "ابے او انجن کے بچے' آہستہ چل' میرے ململ کے کرتے کا دامن پھٹ جائے گا"...... انجن صاحب غصہ میں کہتے ہیں کہ "ابے تبے سے بات کیوں کرتا ہے بے"...... "تو بھی تو ابے تبے سے جواب دے رہا ہے" گرم گرم جواب آتا ہے...... قریب ہے کہ "انجن" اور "ڈبہ" میں گرما گرمی کے بعد ہاتھا پائی شروع ہو جائے کہ "گارڈ صاحب" آکر بیچ بچاؤ کراتے ہیں۔ ریل پھر چل پڑتی ہے۔ آگے جا کر پتہ چلا کہ انجن صاحب ڈبوں کو کھڑا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ اب ڈبے پریشان کھڑے ہیں۔ گارڈ صاحب نے اِدھر اُدھر تلاش کیا تو دیکھا کہ موصوف دیوار کی آڑ میں کھڑے پیشاب کر رہے ہیں۔ گارڈ نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں بتا تو دیا ہوتا' میں لال جھنڈی دکھا کر گاڑی روک دیتا۔ کہنے لگے کیا بتاؤں پیشاب تو بس نکلا ہی جا رہا تھا۔ انجن میں پانی زیادہ ڈال دیا گیا تھا۔ خیر انجن صاحب گاڑی کے آگے جت گئے اور ریل پھر چل پڑی۔ آخری اسٹیشن پر

> انجن نے اپنی رفتار تیز کردی۔ پیچھے سے ایک ڈبہ نے آواز لگائی: او انجن کے بچے! آہستہ چل' میرے ململ کے کرتے کا دامن پھٹ جائے گا

پہنچتی ہے تو سگنل Up ملتا ہے۔ "انجن صاحب" سیٹیوں پر سیٹیاں بجاتے ہیں لیکن سگنل Down نہیں کیا جاتا' کیونکہ "اسٹیشن ماسٹر صاحب" قریب ہی خوانچہ فروش کے پاس بیٹھے چاٹ کھا رہے ہوتے ہیں۔ "انجن صاحب" سگنل کے Down نہ ہونے کے باوجود ریل کو پلیٹ فارم تک لے آتے ہیں۔ بس اسی بات پر "انجن صاحب" اور "اسٹیشن ماسٹر صاحب" کے درمیان جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب کا کہنا تھا کہ جب سگنل ڈاؤن ہی نہیں تھا تو تم ریل کو پلیٹ فارم تک کیوں لائے' یہ ضابطہ کی سخت خلاف ورزی ہے۔ "انجن صاحب" کا کہنا تھا کہ میں سیٹیوں پر سیٹیاں بجا رہا تھا' لائن کلیئر تھی' تم نے سگنل ڈاؤن کیوں نہیں کیا' بیٹھے چاٹ کھاتے رہے۔ بس اسی پر خاصی گرما گرمی رہی۔ "ڈبے" سب اِدھر اُدھر ہوگئے۔ گرما گرمی اتنی بڑھی کہ "انجن صاحب" اور "اسٹیشن ماسٹر صاحب" میں کٹی ہوگئی۔ یعنی بول چال بند اور دوستی ختم...... کٹی ہمارے ہاں عام تھی' جہاں کوئی کسی سے ناراض ہوا اور کٹی کردی' لیکن یہ کٹی چند گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک آدھ روز تک چلتی تھی' اس کے بعد پھر دوستی۔ گویا۔

جی میں ٹھانی تھی کہ اب اس سے نہ بولیں گے کبھی
بے وفا جب سامنے آیا تو پیار آ ہی گیا

ڈبائی میں کوئی پکچر ہاؤس نہیں تھا کہ لوگ فلمیں دیکھتے۔ جسے دیکھنی ہو علی گڑھ چلا جاتا تھا۔ وہاں سے خبریں اور گانے چھن چھن کر آتے تھے۔ کوئی فلم چلی تھی' اُس کا ایک گانا "اسمگل" ہو کر ہم بچوں تک بھی پہنچ گیا۔ وھُو ھذا......

جوانی کی ریل چلی جائے رے
چلی جائے' چلی جائے' چلی جائے رے
جوانی کی ریل چلی جائے رے

اب جو ہم بچے ریل چلاتے تھے تو سب "ڈبے" مل کر کورس میں یہ گانا گاتے ہوئے چلتے تھے۔ پھر تو چہار طرف کیا بچے' کیا جوان' کیا بوڑھے سب ہی عش عش کرنے لگتے تھے...... اور تو اور...... بالا خانوں سے بھی آنکھیں جھانکتی نظر آتی تھیں۔

پانچویں یا چھٹی کلاس میں تھا۔ اردو کا پیریڈ تھا۔ جوہری صاحب (جو ہندو تھے) اردو پڑھاتے تھے۔ انہوں نے لڑکوں سے ایک ایک کر کے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے۔ اکثر نے ڈاکٹر اور انجینئر کہا...... ہماری باری آئی تو ہم نے کہا "گارڈ" یعنی ریلوے گارڈ۔ انہیں سن کر تعجب ہوا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ریلوے گارڈ کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ ایک معمولی سا ملازم ہوتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ ہم نے کہا کہ گارڈ بن کر ہمیں ریل میں سفر کرنے اور نئے نئے شہر اور مقامات کو دیکھنے کا خوب موقع ملے گا۔ دراصل ہمیں ریل کے سفر اور نئے نئے مقامات دیکھنے سے بڑی دلچسپی تھی۔ انہوں نے بہت سمجھایا کہ تم ڈاکٹر' انجینئر یا پروفیسر بنو' لیکن ہم مُصر رہے کہ نہیں ہم گارڈ ہی بنیں گے۔ جوہری صاحب شاید یہ کہہ رہے ہوں۔

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

———اور———

یہ آرزو بھی بڑی چیز ہے مگر ہمدم
وصالِ یار فقط آرزو کی بات نہیں

ہاں تو لیجئے حضرات! ہم اب بچپن سے لڑکپن کے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیجئے کہ "لڑاکو" ہو رہے ہیں۔

ہم شاید ساتویں یا آٹھویں کلاس میں تھے کہ ایک کتاب پڑھ کر ہماری زندگی ہی تبدیل ہو گئی' کایا پلٹ گئی...... اس سے پہلے تو ہمارے گھر میں ایک کتاب "باغ و بہار" ہوتی تھی۔ ہر سال امتحانات کے بعد چھٹیوں میں ہم حاتم طائی کا قصہ پڑھ لیا کرتے تھے...... مگر یاد نہیں وہ نئی کتاب ہمیں پڑھنے کو کس نے دی تھی کہ زندگی کی گاڑی ہی نئی پٹڑی پر چلنے لگی۔ پہلے تو یہ حال تھا کہ ہم جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھتے اور باقی دنوں کی نمازیں بس یہ ہوتی تھیں کہ کوئی پڑھی کوئی نہ پڑھی۔ پابندی کوئی نہیں تھی۔ رمضان میں روزہ تو شاید ایک آدھ رکھ لیتے تھے مگر افطاری کھانے کا ثواب روزانہ دونوں ہاتھوں سے لوٹتے تھے......

مگر اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اب حال یہ ہو گیا کہ پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے اور یہ کوشش کہ باجماعت ہوں۔ رمضان میں روزے بھی پابندی سے رکھنے شروع کر دیئے۔ قرآن حکیم کی تلاوت تقریباً روزانہ کرنے لگا۔ اس وقت سے جو دینی فرائض کی پابندی شروع ہوئی ہے تو الحمدللہ اب تک جاری ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ وہ کتاب آخر کون سی تھی جس نے یہ "جادو" کیا کہ ایک ساتویں کلاس کے لڑکے کو فرائض دینی کا پابند بنا دیا...... سو دل تھام کر سنئے' اس کا نام تھا...... توبۃ النصوح...... جو ڈپٹی نذیر احمد کی تحریر کردہ تھی۔ نصوح کا قصہ بڑا سبق آموز تھا۔ آپ بھی اس کتاب کو ضرور پڑھیئے اور بچوں کی اصلاح کے لئے ان کو پڑھائیے۔ بچپن میں جو باتیں ذہن میں بیٹھ جاتی ہیں وہی آئندہ زندگی کی تعمیر کرتی ہیں۔ آج کے زمانہ کے اعتبار سے اس کی زبان ذرا مشکل تو معلوم ہوگی مگر کاش کوئی کوشش کر کے اس قصہ کو آج کی آسان زبان میں منتقل کر دے...... کوئی ٹی وی چینل اس کی سیریل بنا لے اور اس کی کوئی فلم بن جائے اور اسے بچے اور بڑے دیکھیں تو لوگوں کی بہت اصلاح ہو اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ ہو جائے۔ کاش ایسا ہو سکے!

ہمارے اسکول میں دوپہر کو وقفہ ہوتا تھا۔ وہاں قاعدہ تھا کہ وقفہ میں تمام لڑکوں کو اسکول کی طرف سے کچھ نہ کچھ کھانے کو دیا جاتا تھا...... کبھی بھنے چنے' کبھی لوبیا' کبھی چھولے' کبھی آلو کی چاٹ وغیرہ...... وہی ظہر کا وقت ہوتا تھا۔ مسجد ذرا دور تھی' کوئی ایک فرلانگ کے فاصلہ پر...... ہم یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سیدھے ظہر کی نماز پڑھنے مسجد جاتے تھے۔ ایک لڑکا جس کا نام قیصر تھا' وہ بھی ساتھ دیتا تھا۔ وقفہ ختم ہونے سے پہلے پہلے نماز سے فارغ ہو کر اسکول واپس آ جاتے تھے۔

اسکول میں تمام اساتذہ ہندو تھے۔ شروع میں ان میں کوئی تعصب نہ تھا سوائے ایک استاد کے جو سی ٹی (CT) صاحب کہلاتے تھے۔ ہم ترکی پھندنے والی ٹوپی (جیسی نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم پہنتے تھے) پہن کر اسکول جاتے تھے۔ سی ٹی صاحب کبھی کبھی ہماری ٹوپی اتار کر ایک ڈنڈے کے اوپر رکھ کر پھندنے کو نچاتے پھرتے تھے۔ ہمارے تو جیسے آگ لگ جاتی تھی لیکن کر کچھ نہ سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یا چھٹی سے قبل ٹوپی ہمیں واپس مل جاتی تھی' اس شرط پر کہ آئندہ پہن کر نہیں آئیں گے...... لیکن ہم نے اسے پہن کر جانا نہیں چھوڑا۔ یہ تو اسلامی شعائر میں سے تھی۔ ایک اور ہندو استاد تھے جنہیں ایف ایس سی صاحب (F.Sc.) کہا جاتا تھا۔ ہیٹ لگا کر آتے تھے۔ اس زمانہ میں پاسنگ شو سگریٹ بہت عام تھا۔ اس پر بنی تصویر سے ان کی شکل کی بڑی مشابہت تھی' اس لئے ہم لوگوں نے ان کا نام "پاسنگ شو صاحب" رکھ دیا تھا۔ وہ ہندو ہوتے ہوئے خاموشی سے کسی مسلمان لڑکے کو ایک طرف لے جا کر "شامی کباب" کی فرمائش کر دیا کرتے تھے جو انہیں لا دیا جاتا تھا اور وہ اسے کہیں تنہائی میں مزے لے لے کر کھا لیتے تھے حالانکہ وہ جانتے ہوں گے کہ وہ ان کی "گئو ماتا" کا کباب ہے مگر دل سے مجبور تھے۔

یہ پنڈت ناداں کے بھاشن (وعظ) کچھ بھی تو نہ میرا کر سکتے
تعظیم سے میں گنگا کی طرف سر اپنا جھکا کر کھا جاتا

ہمارے پرنسپل پرماتما سرن رستوگی صاحب بہت ہی شریف انسان تھے۔ میرے والد صاحب کبھی کبھی ان کے گھر ملنے چلے جاتے تھے۔ ساتھ میں اُن کے لئے کوئی تحفہ بھی ہوتا جسے وہ بہت مشکل سے قبول کرتے تھے۔ ہندو ہوں یا مسلمان' سب لڑکوں سے بہت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

"توبۃ النصوح" پڑھ کر ہماری زندگی میں جو تبدیلی آئی اس میں ایک طرف فرائض دینی کی پابندی اور دوسری طرف غلط رسومات سے خاصی حد تک اجتناب تھا۔ ٹولیوں کے ساتھ گلی گلی محلہ محلہ جا کر گھروں پر آواز لگانا کہ "کونڈے ہیں؟" اور جہاں سے "ہاں" کہہ دیا جاتا وہاں ٹوٹ پڑتے تھے...... اب بالکل بند ہو گیا۔ تعزیے دیکھنے' عاشورہ کے جلوس کے ساتھ چلنا' عرس شریف کی "برکات" سے فیض یاب ہونا وغیرہ ترک ہو گیا۔ ہاں البتہ شب برات پر جو حلوہ گھر میں بنتا تھا وہ ضرور کھا لیتے تھے۔

**حلیم بھائی زندہ گھر واپس آئے تو لوگ ڈر گئے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ ان کا بھوت چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو تعجب سے پوچھا: بتاؤ یہ سب ماجرا کیا ہے؟**

ایک دلچسپ واقعہ سنئے۔ ہمارے دُور کے ایک چچا زاد بھائی "حلیم بھائی" تھے۔ وہ لکھنؤ میں کام کرتے تھے۔ پاؤں میں لنگ تھا۔ دوستوں کے مذاق کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ خود بھی بہت مذاق کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوستوں نے بڑا خطرناک مذاق کیا اور وہ یہ کہ ان کے گھر ڈبائی خط لکھ کر بھیج دیا کہ حلیم بھائی پر اچانک دل کا دورہ پڑا اور وہ رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ ہم نے انہیں یہیں لکھنؤ ہی میں دفن کر دیا ہے کہ میت کو اتنی دور ڈبائی بھیجنے کا خرچ ہمارے پاس نہیں تھا۔ حلیم بھائی کا ڈبائی میں گھرانہ بھی کچھ غریب ہی تھا۔ اس لئے لکھنؤ جانے کی کسی میں ہمت نہیں ہوئی کہ جا کر قبر پر فاتحہ ہی پڑھ آتا۔ یہیں رو دھو کر چپ ہو لیے۔ قرآن خوانیاں ہوئیں' تیجا (سوئم) ہوا' دسواں ہوا۔ چالیسویں کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ کیا دیکھتے ہیں کہ حلیم بھائی بس اسٹینڈ سے ایک ہاتھ میں صندوقچی اور دوسرے ہاتھ میں تھیلا لئے لنگڑاتے چلے آ رہے ہیں۔ لوگوں نے دیکھا تو خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔ بعض لوگوں کو خوف ہوا کہ ان کا بھوت چلا آ رہا ہے اور بہت سے لوگ خصوصاً بچے اِدھر اُدھر چھپنے لگے۔ جب حلیم بھائی نے یہ غیر معمولی صورتحال دیکھی تو تعجب سے کہا کہ بتاؤ تو یہ سب ماجرہ کیا ہے؟ جب انہیں دوستوں کے خط کے بارے میں بتایا گیا کہ ہم تو تمہارا سوئم اور دسواں بھی کر چکے' اب چالیسویں کی تیاری ہے تو انہوں نے اپنے دوستوں کو ایک موٹی سی گالی دیتے ہوئے کہا کہ ہاں اب کرو چالیسویں کی دعوت' اچھا ہے میں وقت پر آ گیا' میں بھی سب کے ساتھ کھا لوں گا۔

یہ بچپن کی باتیں اپنا پیچھا نہیں چھوڑ رہیں۔ چلیں ایک دو باتیں اور سن لیجئے۔

کتے سے ہمیں بچپن ہی سے ڈر لگتا ہے۔ شاید بچپن میں ہم پر بہت بھونکا ہوگا اور بہت دوڑایا ہوگا کہ جب سے دل میں ڈر بیٹھ گیا۔ جہاں کتا بیٹھا ہو وہاں سے ہم راستہ بدل کر جاتے تھے۔ اب آپ سے کیا پردہ' اس عمر میں بھی رات کے وقت جب سڑک سنسان ہو اور درمیان میں کتا بیٹھا ہو تو اس سڑک سے گزرنے کی ہمیں ہمت نہیں ہوتی۔ آپ سو روپے بھی عنایت فرمائیں گے تو نہیں گزریں گے۔ کتا سڑک کے اگر دائیں طرف بیٹھا ہو تو ہم احتیاط یہ کرتے تھے اور سالہا سال تک کرتے رہے کہ

(باقی صفحہ 17 پر)

# یہی سچائی ہے

عباس اطہر

زندگی کی کہانیاں اپنے آغاز اور انجام کے حوالے سے تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں۔ دکھ سکھ خوشی اور غمی سے گزرتے ہوئے کبھی اچانک ختم ہو جاتی ہیں اور کبھی اس طرح اختتام پذیر ہوتی ہیں کہ ان کے آخری حصے سے پہلے صاف نظر آرہا ہوتا ہے کہ وہ انجام کے قریب پہنچ چکی ہیں۔ پھر وہ خواب یا افسانے لگنے لگتی ہیں اور وہ بھی کچھ بے حقیقت سے۔ ہر موت ایک سانحہ ہوتی ہے۔ زندگی مسرتوں سے بھری ہوئی ہو یا پریشانیوں میں گھری ہوئی' اس کی چاہت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ موت کا سانحہ اپنا ہو' کسی قریبی عزیز یا دوست کا' وہ اپنے ارد گرد بہت کچھ ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ ایک زندگی کے ساتھ ساتھ بہت سی زندگیوں کے کچھ نہ کچھ حصے ماضی کی تاریکی میں گم ہو جاتے ہیں۔ موت کے ساتھ ایک طرف خوشیوں کا ذائقہ بھول جاتا ہے اور دوسری طرف پریشانیوں اور تکلیفوں کا احساس بھی تھم جاتا ہے۔ آدمی ایک خلا میں اتر جاتا ہے پھر زندگی اپنی رنگینیوں اور سنگینیوں سمیت دوبارہ رواں دواں ہو جاتی ہے۔ سانحے کی یاد ایک ایسے زخم کی صورت میں باقی رہ جاتی ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا لیکن وقت کے پھاھے اس کی ٹیسوں کو کم کر دیتے ہیں۔ کچھ اور وقت گزرنے کے بعد یہ کمزور پڑتی ہوئی ٹیسیں کسک اور خلش میں بدل جاتی ہیں۔ یہ کسک اور خلش ہر آدمی کے ساتھ ہی جاتی ہے۔ زندگی ایک سانحے پر ہی ختم نہیں ہو جاتی آدمی ایک ایک کر کے کئی سانحوں کا ذائقہ چکھتا ہے اور ہر سانحہ دل پر ایک داغ لگا جاتا ہے۔ کسی کے سینے پر کتنے داغ ہیں کوئی دوسرا شمار نہیں کر سکتا۔ کسی کے حصے میں بہت زیادہ داغ آتے ہیں اور کسے کے حصے میں کم' یہ تو طے ہے کہ اس معاملے میں قسمت کنجوسی کا مظاہرہ نہیں کرتی۔ وہ فیاض ہوتی ہے۔ بہت زیادہ فیاض یا پھر بہت ہی زیادہ فیاض۔

زندہ لوگوں کی بستیاں شکارگاہیں ہیں' جہاں موت کا عقاب ہر وقت تاک میں ہوتا ہے۔ ہر لمحے کوئی نہ کوئی اس کے پنجے میں ہوتا ہے۔ آپ نے کبھی مرغیوں کی دکان دیکھی ہے؟ گاہک آتا ہے۔ قصاب کا ہاتھ مرغیوں کے پنجرے کا دروازہ کھولتا ہے اور ایک مرغی باہر نکال کر اسے ذبح کر دیتا ہے۔ پھر چند لمحے قبل زندگی کے لیے پھڑ پھڑاتی ہوئی مرغی کئی حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ ڈربے کی مرغیوں کو کبھی پتہ نہیں چلتا کہ کب اور کس کی باری ہے۔ انسانوں کے ساتھ اس کی یہی قدر مشترک ہے۔

زندگی کا سفر طویل بھی ہوتا ہے اور مختصر بھی۔ اس کا انحصار کیفیت پر ہے۔ خوشی کے لمحے گریز پا ہوتے ہیں۔ بہت جلد بیت جاتے ہیں جب تک یہ لمحے جاری ہوں انسان دھوکے میں رہتا ہے اور انہیں جاوداں سمجھتا ہے۔ دکھ کے دن گزرتے ہی نہیں۔ صدیوں میں بدل جاتے ہیں۔

زندگی کی شروعات کتنی خوبصورت ہوتی ہیں۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی طرح شوخ رنگ نرم نرم مہربان بیک وقت پرسکون اور پرجوش۔ پھر چڑھتے ہوئے سورج کی دھوپ آہستہ آہستہ چبھنے لگتی ہے۔ یہ زندگی کی تلخیاں ہیں۔ جدوجہد ہے بھاگ دوڑ ہے اور اضطراب ہے' پریشانی ہے۔ یہ سب کچھ زندگی کے رنگ چھین لیتا ہے۔ جوش ختم کر دیتا ہے سکون ہوا میں اڑا دیتا ہے۔ زندگی کی شام بوجھل ہوتی ہے۔ آخری منزل تھکے ہوئے مسافر کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔

آدمی ایک کام کتنی بار کرتا ہے؟ ہزاروں بار کھانا کھانا' سونا' اٹھنا' اخبار پڑھنا' لڑنا' جھگڑنا' بے شمار کام۔ ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ وہ ایک کام ایک مرتبہ کرتا ہے۔ کوئی صبح ایسی ہوتی ہے جب وہ سورج کے طلوع ہونے کا منظر آخری بار دیکھتا ہے۔ کوئی شام ایسی ہوتی ہے جب وہ غروب آفتاب کا منظر آخری بار دیکھتا ہے' کوئی دروازہ وہ آخری بار بند کرتا ہے' کوئی کھڑکی آخری بار کھولتا ہے کسی سے آخری بار پیار کی بات کرتا ہے' کسی سے آخری بار ناراض ہوتا ہے' کسی کو آخری سلام کرتا ہے اور آخر میں ایک آخری سانس لیتا ہے پھر قصہ ختم۔ کوئی اس کے لیے آخری بار امید لگاتا ہے' آخری بار دعا کرتا ہے پھر سب کچھ ماضی کا حصہ بن جاتا ہے۔ گلشن ہو یا صحرا' دیکھنے والے کو وہ ہمیشہ اپنی جگہ مستقل نظر آتا ہے۔ وہی پھول' وہی پتے' وہی کلیاں' وہی ریت وہی ریت کے ٹیلے' وہی کانٹوں بھری جھاڑیاں حالانکہ یہ اس کی نظر کا دھوکہ ہوتا ہے۔ جو پھول کل کھلے تھے' وہ آج مرجھا گئے' خاک میں مل گئے' ان کی جگہ نئے پھولوں نے لے لی۔ موسم کل شاخوں پر لہلہا رہے تھے۔ انہیں خزاؤں نے بکھیر دیا اور ان کی جگہ نئے پتے آ گئے۔ صحراؤں میں جو ٹیلے آج نظر آرہے ہیں وہ کل نہیں ہوں گے۔ صحراؤں کی ہوا ان کی ریت کہیں اور لے جائے گی اور کہیں اور سے ریت لا کر نئے ٹیلے بنا دے گی۔ دیکھنے والوں کی یہ تبدیلی نظر نہیں آتی۔ انسانی بستیاں شروع سے ہی آباد نظر آتی ہیں' اس لیے بستیاں کہلاتی ہیں' حالانکہ ان کے مکین مسلسل بدلتے رہتے ہیں' جو کل تھے وہ آج نہیں ہیں۔ جو آج ہیں وہ کل نہیں ہوں گے۔ یہی زندگی اور زندگی کا تسلسل اور بقا موت کی احسان مند ہے اور یہی سچائی ہے۔

رات دن زیر زمیں لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم تہہ خاک تماشا کیا ہے

(بشکریہ نوائے وقت 15 اکتوبر 2005ء)

> انسانی بستیاں شروع ہی سے آباد نظر آتی ہیں۔ اسی لیے بستیاں کہلاتی ہیں' حالانکہ ان کے مکین مسلسل بدلتے رہتے ہیں۔ جو کل تھے' وہ آج نہیں ہیں۔ جو آج ہیں' وہ کل نہیں ہوں گے۔ یہی سچائی ہے


## کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I' II' III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:

**شعبہ خط و کتابت کورسز' قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور**

**سوال**: خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے شریعت کا کیا حکم ہے؟ (عبدالشکور صاحب)

**جواب**: فیملی پلاننگ اپنے فلسفہ کے اعتبار سے خالص غیر اسلامی شے ہے۔ اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے' اللہ تعالیٰ تمہیں بھی رزق دینے والا ہے' تمہاری اولاد کو بھی دے گا۔ رزق کے بہت سے خزانے ایسے ہیں جو پہلے دنیا کو معلوم نہیں تھے۔ اسی طرح اللہ نے سمندر میں بے پناہ رزق رکھا ہوا ہے۔ انسان کے لیے بہترین غذا (Sea Food) تو سمندر کے اندر ہے۔ اس حوالے سے ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے کس کس شکل میں رزق کے خزانے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ دریافت ہوتے رہیں گے۔ لہٰذا ایک تحریک' ایک فلسفہ کی حیثیت سے خاندانی منصوبہ بندی کو پروموٹ کرنا غیر اسلامی ہے۔ البتہ قانونی اعتبار سے کوئی شخص انفرادی حیثیت میں مانع حمل تدابیر اپنی منکوحہ بیوی کی اجازت سے استعمال کرے تو اس کی گنجائش نکلتی ہے۔ یعنی کوئی سبب مانع ہے مثلاً صحت کا مسئلہ ہے یا کوئی اور معاملہ' دونوں کی رائے ہو کہ ہمیں اب اولاد نہیں چاہیے تو پھر کراہت کے ساتھ مانع حمل کی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ سے جب عزل کی اجازت مانگی گئی تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا کیوں کرتے ہو' جس کو پیدا ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ لیکن جب صحابہؓ نے اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے کرو۔ لیکن مرد یا عورت کے جسم کے کسی حصے میں مستقل تبدیلی کر دینا کہ وہ افزائش نسل کے قابل ہی نہ رہیں' یہ جائز نہیں۔ اسی طرح سے اسقاط (Abortion) بھی جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں حرام مطلق ہیں۔

**سوال**: کیا آنکھوں کا عطیہ دینا جائز ہے؟

(باسط مسعود)

**جواب**: جائز ہے۔ البتہ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح ڈیڈ باڈی کی توہین ہوتی ہے' اور یہ چیز پسندیدہ نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مردہ انسانی جسم کے مثلہ کو سختی سے روکا ہے۔ لیکن وہ مثلہ انتقامی جذبہ کے تحت ہوتا تھا۔ دشمن کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کی بے حرمتی کرنا' ٹکڑے ٹکڑے کرنا حرام مطلق ہے۔ لیکن آنکھ کا عطیہ وغیرہ اس نیت سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں دوسرے انسان کے لیے خیر کا پہلو ہے۔

**سوال**: اگر اللہ کے حکم کے خلاف نفس کی پیروی شرک ہے تو پھر ہر گناہ ہی شرک کی صورت اختیار کرتا ہے۔

**جواب**: اصل میں اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہر گناہ شرک ہے۔ اگر آپ نے واقعتاً جان بوجھ کر اور اس کی پلاننگ کر کے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو وہ شرک ہے۔ لیکن ایسے ہی اگر جذبات کی رو میں بہہ کر وقتی طور پر کسی ماحول سے مغلوب ہو کر کچھ غلط کام کر بیٹھے تو وہ شرک نہیں ہوگا۔ اس گناہ سے توبہ کی جائے۔ البتہ موت کے آثار شروع ہونے سے پہلے شرک سے بھی توبہ کر لی جائے تو شرک بھی معاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ البتہ باقی اور گناہ جس کے لیے چاہے بخش دے گا''۔ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ شرک جس کی توبہ نہ کی گئی ہو معاف نہ ہوگا۔

**سوال**: قرآن مجید میں اولاد اور مال کو فتنہ کہا گیا۔ براہ کرم فتنے کی تشریح فرما دیجئے؟ (عبدالقیوم)

**جواب**: عربی زبان میں فتنہ سے مراد ہے کسوٹی۔ کسوٹی کے اوپر رگڑ کر دیکھتے ہیں کہ یہ سونا خالص ہے یا اس کے اندر کھوٹ ہے۔ فتنہ اصل میں کہتے ہیں' کوئی ایسی شے جس کے ذریعے کسی کے خلوص یا عدم خلوص کا ثبوت مل جائے۔ بہر حال ایک فتنہ ہوتا ہے تکالیف، مصائب کا جیسے کفار ستا رہے تھے صحابہ کرامؓ کو۔ وہ گویا ان کے لیے فتنہ بن گیا۔ اس اعتبار سے کہ ان کا ایمان اتنا قوی ہے کہ وہ اس کو برداشت کر کے بھی ایمان پر قائم رہیں۔ یہ گویا کہ ان کی آزمائش تھی تاکہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہو جائے' کون حقیقتاً اور گہرے قلب کے ساتھ ایمان لایا' کون سطحی ایمان لایا ہے؟ سطحی ایمان ہوتا تو ایک رگڑ لگی اتر جائے گا اور اگر واقعی گہرا رنگ ہے تو قائم رہے گا۔ اسی طریقے سے مال اور اولاد بھی فتنہ ہے۔ اس کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں جانچتا ہے۔ مال ہمیں مل گیا ہے تو اپنے آپ کو اللہ سے غنی سمجھ لیں یا بیٹے اور مال کی محبت میں گرفتار ہو جائیں اور اسی کی بڑھوتری کے اندر لگے رہیں اور باقی ساری چیزیں ذہن سے ہماری نکل جائیں' تو یہ فتنہ ہو گیا اور ہم ناکام ہو گئے۔ اسی طرح اولاد اللہ نے دی ہے تو اس لیے کہ آپ اس کو پروان چڑھائیں۔ نیکی کے راستے پر بھلائی کے راستے پر چلائیں۔ ان میں اللہ کے دین کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کے لیے وہ اپنی زندگیاں وقف کریں تو آپ کامیاب ہوں گے۔ اگر آپ نے الٹی سوچ دی ہے۔ صرف ان کو دنیاوی چیزوں کے بارے میں فکر مند رکھا' دین کے بارے میں نہیں تو آپ ناکام ہو گئے۔ اس اعتبار سے مال اور اولاد بھی انسان کے ایمان کے لیے کسوٹی بن جاتے ہیں۔

**سوال**: انسانوں کے حقوق اگر تلف ہو جائیں تو کیا انسانوں ہی سے معافی مانگنی ہوگی۔ وگرنہ فوت شدہ شخص جس کے حقوق تلف ہو گئے ہیں قیامت کے دن دوسرے شخص کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی۔ کسی بزرگ نے بتایا ہے کہ فوت شدہ شخص کے حق میں مسلسل دعائے مغفرت کرتے رہنے سے ان کے تلف کیے ہوئے حقوق کی تلافی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں؟

جواب: آپ جب اس کے حق میں دعا کریں گے تو یہ بھی آپ کی طرف سے اس پر ایک احسان ہو جائے گا۔ درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب کتاب میں آ جائے گا۔ یا یہ کہ آپ اس کی طرف سے خیرات کر دیں کہ اے اللہ اس کا ثواب اس کو پہنچا دے۔ میں نے اس کا حق جو تلف کیا تھا' اس کا یہ حق میرے ذمہ رہ گیا تھا' میں تیری راہ میں یہ صدقہ کر رہا ہوں' اس کا ثواب اس کو پہنچا دے۔ یہ بھی تلافی کے اندر آ جائے گا۔ اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ''Account for'' ہو جائیں گی۔

<u>نامے میرے نام</u>

**محترم حافظ عاکف سعید صاحب**

**امیر تنظیم اسلامی پاکستان**

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ!

حسب سابق مجھے اعزازی طور پر ہفت روزہ ندائے خلافت 1 تا 7 ستمبر' 8 تا 14 ستمبر اور 15 تا 21 ستمبر بذریعہ ڈاک ملے۔ بہت بہت شکریہ!

میں خود ندائے خلافت من وعن پڑھتا ہوں اور استفادہ کرتا ہوں۔ منبر و محراب' عصر حاضر پر اقتباسات' سید قاسم محمود' ایوب بیگ مرزا' فرقان دانش خان اور دیگر کالم نگاروں کے مضامین سے استفادہ کرتا ہوں۔ نیز ہمارے دفتر میں عوام کا آنا جانا ہوتا ہے۔ مہمان اور اہل محلہ و علاقہ آ کر بیٹھتے ہیں' ندائے خلافت اور دیگر رسائل و جرائد پڑھتے ہیں۔

1987' 1991' 1997 کے اکثر ماہنامہ میثاق کے رسائل موجود ہیں۔ لوگ پڑھتے ہیں' اور استفادہ کرتے ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ اور آپ کی اور آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کی عمروں میں' جدوجہد اور مسلسل جدوجہد میں برکت عطا فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

حضرت ولی ہزاروی

ممبر پراونشل پیس کمیٹی حکومت سندھ

## بقیہ: یادوں کی تسبیح

بائیں طرف ہٹ کر خاموشی سے کچھ نہ کچھ دعا پڑھتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ کتے کے بالکل قریب سے گزرنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم اس کی ''انا'' کو چیلنج کر رہے ہیں' اور اس پر اسے بھونکنے کا پورا حق حاصل تھا۔ پطرس نے کیا خوب کہا ہے کہ میں آسمان پر خدا سے اور زمین پر کتے سے ڈرتا ہوں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جو کتے بھونکتے ہیں وہ کاٹتے نہیں..... مگر کیا پتہ کہ وہ کب بھونکنا بند کر دے اور کاٹنا شروع کر دے۔ اللہ اس وقت سے ہمیں بچائے (اس ''ہم'' میں آپ بھی شامل ہیں)!

کبھی کبھی پیٹ میں درد ہوتا تھا' بچپن میں اس کا ایک آسان نسخہ ایک ساتھی نے بتایا تھا کہ جب درد ہو تو شہادت کی انگلی پر تھوڑا سا تھوک لگا کر ٹنڈی (ناف) پر لگا دیا جائے اور پیٹ پر سات دفعہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیرا جائے کہ ''فرعون کا لشکر ہو برباد'' تو تھوڑی ہی دیر میں درد ختم ہو جائے گا۔ ہم نے اس نسخہ کو کئی مرتبہ آزمایا اور الحمدللہ کہ آرام آ گیا۔ آپ کو یقین نہ آئے تو ایک دفعہ ہی تجربہ تو کر کے دیکھ لیں۔ ھو الشافی وھو الکافی۔ اس نسخہ کی فیس کچھ نہیں!

ایک دفعہ معلوم ہوا کہ کلاس کے ایک ساتھی کی عرضی آئی ہے جس میں اس نے ایک یوم کی رخصت مانگی تھی۔ جس ساتھی نے مجھے بتایا' میں نے اس سے کہا کہ اب وہ ایک ہفتہ نہیں آئے گا اس لئے کہ میں 'یوم' کا مطلب ایک ہفتہ سمجھتا تھا۔ ساتھی نے بہت کہا کہ ایک یوم کا مطلب ایک دن ہے مگر ہم مُصر تھے کہ نہیں' ''یوم'' کا مطلب ہفتہ ہے۔ آخر اس نے کہا کہ اچھا' استاد جی کے پاس چل کر پوچھتے ہیں۔ ان سے جو پوچھا تو انہوں نے ''دن'' بتایا۔ ہم اُس روز واقعی بہت شرمندہ ہوئے۔ اس سے سبق حاصل ہوا کہ دوسرے کی بات کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ کبھی اپنی بات اور رائے کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے اور نہ اسے انا کا سوال نہ بنایا جائے!

(جاری ہے)


### ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم جناب محمد صدیق کو اپنے بچوں
(1) لڑکا برسرروزگار مقیم انگلینڈ عمر 26 سال
(2) لڑکا برسرروزگار مقیم سپین (نیشنلٹی ہولڈر) عمر 22 سال
(3) لڑکی تعلیم میٹرک عمر 19 سال' کے لیے ہم پلہ' دینی مزاج کے حامل آرائیں خاندان سے رشتے درکار ہیں۔
رابطہ: حافظ شفیق احمد اعوان' جڑانوالہ
0300-8301581

ملتزم رفیق' عمر 37 سال' فیصل آباد میں ذاتی کاروبار' بوجہ اولاد دوسری شادی کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ رفیقہ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔
رابطہ: ملک احسان الٰہی' فون: 041-8724214

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام


## بقیہ: اداریہ

کرنے کی کوشش کریں گے تب تو ان بندگانِ خدا کا جامِ شہادت نوش کرنا رائیگاں نہیں جائے گا۔ مرنے والوں کا تو وقت مقرر تھا۔ وہ ایک سانس زائد نہیں لے سکتے تھے لیکن اُن کے مرنے سے اگر قوم زندہ ہو گئی تو اُن کی روح مسرور ہو گی۔ ڈر تو اس بات کا ہے کہ یہ قوم ملک کے دولخت ہونے کا اور اپنے ازلی دشمن سے تاریخی اور ذلت آمیز شکست کا سانحہ بھی دِنوں میں فراموش کر گئی تھی۔ جلد ہی بھارتی نغمے کانوں میں رس گھولنے لگے تھے۔ اگر اس عظیم سانحہ پر بھی وقتی اظہارِ افسوس کے بعد قوم نے اپنی ہٹ نہ بدلی' حکمرانوں کی روشن خیالی اور عوام کی دنیا پرستی قائم رہی اور اگر ہم مادے کی چوکھٹ پر اس طرح سجدہ ریز رہے تو کتابِ زندہ میں ہمیں فیصلہ خداوندی کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو ہم بھی سزا کا اعادہ کریں گے اور یہ سخت سے سخت تر بھی ہو سکتی ہے۔

آخر میں ہم اس حادثہ کے بارے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگرچہ ان آفات کے سامنے امریکہ جیسی سپریم پاور بھی بے بس اور لاچار نظر آتی ہے لیکن جس طرح رازق صرف اللہ ہے لیکن تلاشِ رزق بندے کا فرض ہے اسی طرح زندگی اور موت تباہی اور سلامتی صرف اللہ کے اختیار میں ہے لیکن حفاظتی اقدام بندے کے ذمہ ہیں۔ اربوں روپے کے پلاٹ فروخت کرنے والے ادارے CDA کے پاس کرین اور ملبہ ہٹانے والی مشینیں نہ ہونا ایک المیہ ہے۔ ہماری مرکزی کابینہ شاید دنیا کی سب سے بڑی کابینہ ہے۔ ہماری ایئرفورس کے پاس اتنے جہاز نہ ہوں گے جتنی گاڑیاں' مرکزی اور صوبائی وزراء اور مشیروں کی فوج کے پاس ہیں' لیکن آگ بجھانے اور ملبہ ہٹانے کا معمولی سامان بھی ہمیں میسر نہیں۔ متاثرہ علاقوں کا فضائی جائزہ لینا فیشن بن گیا ہے۔ خدا کے بندو! زمین پر اتر کر اپنی رعایا کے دکھ درد بانٹو۔ یاد رکھو' ایک دن تمہیں اس زمین کے پیٹ میں جانا ہے۔ وہاں تمہارے ساتھ تمہارے مال نہیں اعمال جائیں گے۔ پھر تم سے تمہاری رعیت کے بارے میں پوچھ ہو گی۔

آئیے اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کریں اور آئندہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور یہ عہد کر لیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنا لیں۔ قہر الٰہی سے بچنے اور کرم الٰہی کے مستحق ہونے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

پریس ریلیز — 11 اکتوبر 2005ء

## اللہ تعالیٰ نے زلزلہ کی صورت میں ہمارے لیے عبرت کا موقع فراہم کیا ہے۔

### حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جو ان دنوں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کے سلسلے میں کراچی میں موجود ہیں' زلزلہ کی صورت میں پیش آنے والے عظیم قومی سانحے پر اظہار رنج کرتے ہوئے اسے قوم کے لیے مقامِ عبرت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور ان کی غلط روش پر متنبہ کرنے کے لیے اس نوع کے عذاب بھیجنا اللہ کی سنت ہے۔ چنانچہ اپنے گناہوں پر سچی توبہ کرتے ہوئے ہمیں سوچنا چاہئے کہ یہ ہمارے اس قومی جرم کی سزا نہ ہو کہ ہم نے مسلمان ہوتے ہوئے گزشتہ 58 برسوں میں اس ملک خداداد پاکستان میں اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کی بجائے یہود و نصاریٰ کے تمدن اور غیر اسلامی ثقافت کو اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔ بالخصوص ہم نے گزشتہ سالوں میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جو کھلی سرکشی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کی دعوت دے کر جہاد افغانستان کے موقع پر بلائے گئے لوگوں کے خون سے ہم نے اپنا ہاتھ رنگین کیا ہے اور جہاد کرنے والوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا ہے' داڑھی اور پردے جیسے شعائرِ اسلام کا کھلے عام مذاق اڑایا ہے اور حد تو یہ ہے کہ روشن خیال اعتدال پسند اسلام کے نام پر دینی تعلیمات کی جو من مانی تاویلات کی جا رہی ہیں' کیا یہ سب کچھ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ اب بھی موقع ہے کہ ہمارے حکمران بھی اللہ کے حضور توبہ کریں اور اپنے ان اقدامات سے رجوع کریں اور پوری قوم بھی اپنے گناہوں پر اور دینی غیرت کے حوالے سے اپنی بے حسی پر اللہ کی جناب میں صدقِ دل سے توبہ کرے۔ یہ بات قابلِ اطمینان ہے کہ لوگ امدادی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی بھی اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ہر ممکن امداد کے لیے ضروری اقدامات کر رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم کا ہر فرد اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی دامے درمے سخنے بھرپور مدد کرے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

## یورپی یونین اور ترکی کا معاہدہ

ترکی عرصہ دراز سے یورپی یونین میں شامل ہونے کی کوششیں کر رہا ہے مگر مخالف یورپی ملک اس کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ حال ہی میں ترکی اور یورپی یونین کے درمیان ایک نیا معاہدہ ہوا ہے جس کے تحت ترکی کی شمولیت کے سلسلے میں بات چیت جاری رہے گی۔ یہ معاہدہ اس وقت انجام پایا جب برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے یورپی ممالک کو خبردار کیا کہ اگر ترکی سے گفت و شنید ناکام رہی تو یہ یورپی یونین کے لیے بہت بڑا صدمہ ہوگا۔ یاد رہے کہ فرانسیسی اور ولندیزی یونین کا آئین مسترد کر چکے ہیں جو اچھا امر نہیں۔ اور ترکی یورپی ممالک کے ہتھکنڈوں سے طیش میں ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اگر ترکی کو یونین میں شامل نہیں کیا جا رہا تو یورپیوں کے آگے جھولی پھیلانے کی ضرورت نہیں۔

## افغان انتخابات کے تازہ نتائج

موصولہ نتائج کے مطابق کابل میں حاجی محمد محقق اور یونس قانونی بالترتیب 35 ہزار اور 20 ہزار ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں حامد کرزئی کے سیاسی مخالفین سمجھے جاتے ہیں۔ مجاہدین کے سابق کمانڈر عبدالرب رسول سیاف بھی 6400 ووٹ لے کر نئی پارلیمان کے رکن بن گئے ہیں۔ یاد رہے کہ افغانستان میں 18 ستمبر کو پارلیمان کی 249 نشستوں اور صوبائی کونسلوں کے لیے انتخابات ہوئے تھے جن میں 5800 امیدواروں نے حصہ لیا تھا۔ انتخابات میں 53 فیصد افغانیوں نے ووٹ ڈالے۔

افغان پارلیمانی انتخابات کے مکمل نتائج کا اعلان 22 اکتوبر کو ہوگا۔ تازہ اطلاعات کے مطابق اکثر نشستوں پر جنگی سردار منتخب ہوئے ہیں اور افغان عوام اس امر پر خوش نہیں۔ جن صوبوں میں طالبان کا اکثر ہے وہاں ان امیدواروں کے جیتنے کی توقع ہے جنہیں طالبان کی حمایت حاصل ہے۔

## علی گڑھ یونیورسٹی میں مسلم نشستیں ختم

الٰہ آباد ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا ہے کہ بھارت کی مشہور درس گاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اقلیتی یونیورسٹی نہیں' اس لیے وہ مسلم نشستیں مخصوص نہیں کر سکتی۔ اس عدالتی فیصلے سے نیا تنازع کھڑا ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ بھارتی حکومت نے 50 فیصد نشستیں مسلمانوں کے لیے مخصوص کرنے کا فیصلہ کیا تھا' اس پر الٰہ آباد کے ایک ہندو' ملے شکلا نے مرکزی حکومت کے فیصلے کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ یونیورسٹی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ وہ عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں جائے گی۔

## اسرائیلی فوج کا نیا حکم

اسرائیل ایک طرف تو مسلمان ممالک سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہا ہے' دوسری طرف اس نے نہتے فلسطینیوں پر مظالم کا سلسلہ برقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ اس کی دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے؟ دوسری طرف مسلمان ممالک کے سربراہوں کو دیکھئے کہ وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بلی کی گرفت میں آ رہے ہیں۔ اسرائیلیوں نے تازہ ترین یہ حکم جاری کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جانے والے نمازی اپنے ساتھ قرآن شریف نہیں لے جا سکتے۔ یہ نہایت پست فطرت فیصلہ ہے اور ہر اسلامی سربراہ مملکت کو اس پر حکومت اسرائیل سے احتجاج کرنا چاہئے۔

## امریکیوں کی اسلام میں دلچسپی

واقعہ نو گیارہ کے بعد امریکا میں مسلمانوں کے ساتھ نہایت امتیازی سلوک ہونے لگا ہے مگر ساتھ ساتھ عام امریکی اسلام میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ جیسے جیسے انہیں اسلام کے اصول و قوانین کا علم ہونے لگا ہے' اب وہ مسلمان پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگے ہیں۔ ''نائن الیون'' سے پہلے اسلام عام امریکی کے لیے ایک پُر اسرار مذہب تھا لیکن امریکی این جی اوز کے حالیہ جائزوں کے مطابق اب امریکیوں پر اس مذہب کے حقائق آشکارا ہو رہے ہیں۔ امریکا میں اب مسلمانوں کے خلاف نسلی واقعات کم ہونے لگے ہیں اور ان میں تیزی سے کمی آ رہی ہے۔

## اسرائیل ایران پر حملہ کر سکتا ہے

سعودی عرب کے ایک ممتاز اخبار الوطن السعودیہ نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل نے ایرانی ایٹمی تنصیبات پر جنگی حملوں کے لیے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ یاد رہے کہ امریکا اور اسرائیل' دونوں حکومت ایران پر زبردست دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ اپنا ایٹمی منصوبہ بند کر دے مگر ایرانیوں نے انہیں ہر بار منہ توڑ جواب دیا ہے۔ امریکیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایران عراق میں جاری مزاحمت کے پیچھے ہیں۔ اس بنیاد پر امریکی اسرائیل کی مدد سے ایران پر حملہ کر سکتے ہیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ امریکا اور اسرائیل دونوں ایٹم بم بلکہ ہائیڈروجن بم وغیرہ رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے دامن میں لگے دھبے نظر نہیں آتے۔ مگر وہ دوسروں کو ''عالمی امن'' کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں امریکا ہی میں یہ رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ اسرائیل کے پاس 200 ایٹم بم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسرائیل کے ایٹم بم مشرقِ وسطیٰ میں قیامِ امن کے لیے مستقل خطرہ نہیں؟

## ازبکستان پر یورپی پابندیاں

یورپی یونین نے وسط ایشیا کی مسلم ریاست ازبکستان پر معاشی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ یہ اس لیے لگی ہیں کیونکہ ازبک حکومت نے 31 مئی کو اندیجان میں ہونے والے شہریوں کے قتل عام کے سلسلے میں آزاد انکوائری نہیں کروائی تھی۔ ان پابندیوں میں ازبکستان کے ساتھ پارٹنرشپ کے معاہدوں کی معطلی بھی شامل ہے۔ یورپی یونین کے اس فیصلے کی پشت پر یقیناً امریکی دباؤ کارفرما ہے کیونکہ ازبک حکومت نے امریکا سے کہہ رکھا ہے کہ وہ اس کے ملک سے اپنے جنگی اڈے ختم کر دے۔

## طالبان کا نیا اعلان

امریکی اور اس کی کٹھ پتلی افغان حکومت کوشش کے باوجود افغانستان میں طالبان کا اثر و رسوخ کم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ طالبان کے نمائندے ملا داد اللہ نے بی بی سی کو سیٹلائٹ فون کے ذریعے انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ طالبان اپنے وطن کو غیر ملکی افواج کے تسلط سے آزاد کروا کر ہی چین سے بیٹھیں گے۔ انہوں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ طالبان حکومت ختم ہونے کے بعد افغانستان قتل و غارت' جرائم اور منشیات کا گڑھ بن گیا ہے۔ ملا داد اللہ نے حالیہ پارلیمانی انتخابات کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ امریکا کے سجائے ہوئے اس ڈرامے کے ذریعے ماضی کے قاتل اور جنگجو دوبارہ اقتدار میں آ جائیں گے۔

1994) reads: "Muslim body accused of racism: Muslim rally angers Jews." A headline in Telegraph (August 8, 1994) reads: "Wembley survives the Muslim call to arms." An inset in the same story reads: "Fundamentalists' Elusive Dream of An Islamic Empire."

The morbid dread of Khilafah is evident from the editorials in the leading British dailies at this occasion. "The threat of Jihad," reads title of the Telegraph editorial, which goes on to link Khilafah conference with the happenings in Algeria: "Islamic fundamentalists won a majority in recent elections, but, for political reasons, have been denied by the old guard." The editorial goes on to sow the seeds of dissention among Muslims: "in Britain yesterday, for example, a rally of Islamic fundamentalists caused nothing by alarm by its challenge to the British Muslim community's moderate leadership."

Guardian attempted to belittle the conference in its August 8, 1994 report with comments such as: "Much of the Islamic rhetoric meant little to many of the young British Muslims," as if the participants were forced to join the conference.

The fear mongering trend was not limited to a few presstitutes. Times titled its editorial: "Marching Muslims: Reminder of the need for vigilance" (August 08, 1994) and went on to scare the public: "The rally yesterday of some 8000 Muslims in Wembley Arena provoked understandable nervousness in Britain and abroad." That "understandable nervousness" is not there since 1994, or 7/7, but since 1400 years. It didn't end with systematically abolishing Khilafah in 1924.

A report in the Independent (August 8) by Tim Kelsey went to the extreme in fear mongering. Headline of the report tells the whole story: "Fundamentalist gathering seeks political overthrow of Western democracies: Muslims call for Israeli state to be destroyed."

It is understandable that the enemies of Khilafah would go to any length, beyond these fear mongering reports, to discredit Muslims' objective and deny them the right to self-determination. This includes staged terror attacks, lies for justifying invasions and occupation, and support to criminal regimes, which promise, in turn, not to let Muslims live by Islam. That's how the turmoil widens and the hopes for peace diminish with each passing day.

It is absolutely impossible to deny Muslims the right to self-determination and living by Islam forever with the help of occupations, mass deceptions, and puppet regimes. The more these three elements are sustained, the more the resistance and reaction will grow. The sooner there is an end to intervention and withdrawal of support from the corrupt regimes and the divisive factions with made-in-Washington brands of Islam, the sooner a central authority among Muslims would emerge.

The scare mongers in the West would lose absolutely nothing in the process, not even oil. Muslims may not even ask for reparations for centuries of colonial rampage and holocausts worse than Hitler's. The totalitarians among them, however, would only have to give up on their dreams to make everyone on the surface of the Earth live by their "way of life."


## ندائے خلافت

## خواتین نمبر

ان شاءاللہ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے تعاون سے عنقریب ندائے خلافت خواتین نمبر شائع کرنے کا ارادہ ہے۔اس ضمن میں تمام رفیقات تنظیم اسلامی سے ایسے اہم دینی موضوعات پر لکھنے کی اپیل کی جاتی ہے جو خواتین سے متعلق ہوں۔ مثلاً ''از روئے اسلام عورت کی مختلف حیثیتیں'' ''حیا کیا ہے؟'' ''خواتین کا صبر'' ''گھریلو اور خاندانی روابط'' وغیرہ وغیرہ۔مضامین بذریعہ ڈاک یا میل ایڈریس بھیجے جاسکتے ہیں:

**مدیر ندائے خلافت**

36-K ماڈل ٹاؤن' لاہور

(Publications@tanzeem.org)

**فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ** ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

**جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل**

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 38

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

# Khilafah : The root of unacknowledged terrorism

"It is difficult to anticipate the exact effects the "abolition" of Khilafah will have on the minds of Muslims in India. I can safely affirm that it will prove a disaster both to Islam and to civilization. The suppression of the time honoured institution which was, though out the Muslim world, regarded as a symbol of Islamic unity will cause the disintegration of Islam...., I fear that the removal of this ideal will drive the unadvanced and semi-civilized peoples..., into ranks of revolution and disorder."
Mohammed Ali Johar,
Times, March 04, 1924,
the day when Khilafah was abolished in Turkey.

---

Unlike the noble cause of digging out Saddam's atrocities, Islam Karimov's recent massacre in Andijan is being buried deep because in his words, the victims "wanted to establish Khilafah." Atrocities of similar, dictatorial regimes in many Muslims countries are acceptable to the "civilized" world because these are considered as secular bulwarks against Islamic movements, whose main crime is the struggle for establishing Khilafah.

The deadstream media makes everyone believe that the trouble started, at the earliest, around the Taliban's coming to power in Afghanistan. In fact, the global troubles have been attributed to Khilafah since its inception in the 7th century. Thirteen centuries later, when the British Empire abolished the remnants of Khilafah in 1924, it took a sigh of relief and considered it as the ultimate victory against Islam.

To the utter disappointment of Britain and its allies, the problem, nevertheless, remains. Khilafah still provides motivation to many actions and reactions; movements and counter-movements. Consequently, the centuries old zeal of Islamophobes to abolish Khilafah is as much the root of all unacknowledged terrorism as the renewed zeal of Muslims to re-establish it is the mother of all solutions.

The major problem with Khilafah is the morbid dread it strikes in the hearts of the totalitarians who are determined not to allow Muslims to get united, exercise their right to self-determination and living by the Qur'an. The key to materializing these objectives lies in thwarting Muslim's organized struggle towards establishing Khilafah.

Just a thought of this struggle leads the Islamophobes into taking many pre-emptive measures, which, in turn, lead to grievances, reaction and counter measures on the part of Muslims.

The more the time passes, the more people realize importance of a central, independent authority for Muslims. Unlike all the dead revolutions of human history, the 7th century revolution in the heart of Arabia not only culminated in establishing a way of life but also set guidelines for a basic governance mechanism, which are still valid today.

This realization of the need to have a central, independent authority for Muslims is directly proportional to the struggle on the part of Islamophobes who will never allow Muslims to establish an alternative model to the existing unjust socio-political and economic order.

The "war on terrorism" is a post 9/11 slogan. In fact, it is a summary title for all the anti-Khilafah efforts: from intellectual escapades to legal hurdles, wars, occupations, detentions and torture. In this process, terrorism is used as a synonym or Khilafah.

One can notice this by carefully listening to the brief statements at the end of summits and conferences these days. It seems as if there is nothing going on the world except terrorism. The crux of all messages is: We are committed, determined and one against the evil of terrorism. We would not allow terrorists to win. They are against our values and way of life.

A realistic look forces one to ask: Where does the alleged 'Muslim terrorism' stand in comparison to the mass killings, tortures, detentions, and exploitations carried out by the legitimized institutions and licensed states. This shows the war is actually on something other than the deceptively labeled terrorism.

One month before 9/11, New York Times reported that most Americans are made to believe, terrorism "is the greatest threat to the United States and that it is becoming more widespread and lethal." The Americans are made "to think that the US is the most popular target of terrorists and they almost certainly have the impression that extremist Islamic groups cause most terrorism." Larry C. Johnson, nevertheless, concludes: "None of these beliefs are based in fact" (NY Times July 10, 2001: The Declining Terrorist Threat).

Johnson cites figures from the CIA reports. Accordingly, deaths from "international terrorism fell to 2,527 in the decade of 1900's from 4,833 in the 80's." Compare the 2,527 deaths in the 90s due to acknowledged terrorism with the death of 1.8 million in Iraq's during the same years due to unacknowledged terrorism of the US, its allies and the UN. The US and allies' terrorism remained unacknowledged because they justified it with lies about Iraq's Weapons of Mass Destruction. Also compare the 4,833 deaths due to acknowledged terrorism with one million deaths due to unacknowledged aggression of Iraq against Iran on the behest of the US and its allies.

So, what is consuming the world: the acknowledged terrorism of Muslims or the unacknowledged terrorism of the US and its allies?

This brings us to the point that the endless tirades about terrorism that we hear from Bush, Blair and their presstitutes and deadstream media are all directed at holding Muslims from exercising their right to self-determination. Anything in the name of Khilafah in particular becomes part of the struggle towards this end and is instantly criminalized.

Many believe these measures are part of the wider crackdowns for safety in the wake of 9/11. This, however, is not true. The reality is that anything in the name of Khilafah has been ridiculed and presented as a threat to safety since 1924 in particular. The reason: Islamophobes do not want to see Khilafah re-emerge after their assuming in 1924 that they are done with it forever.

An example of this attitude is the reaction in the British press at the eve of Khilafah Conference in London in 1994, long before the staged 9/11 and 7/7. A headline in Independent (August 07,